

دکن اور ایران

ڈاکٹر معین الدین عقیل

دکن اور ایران

سلطنت ہمنیہ اور ایران کے علمی و تمدنی روابط

ڈاکٹر معین الدین عقیل

شمیم بکٹ ایجنسی

۵-بی-۱۲/۳-۱۲۷۲-۱ - نارنگ کراچی ۳۶

سال طبع : ۱۹۸۳ء
قیمت : ۶ روپے
المحزون پرنٹرز - کراچی

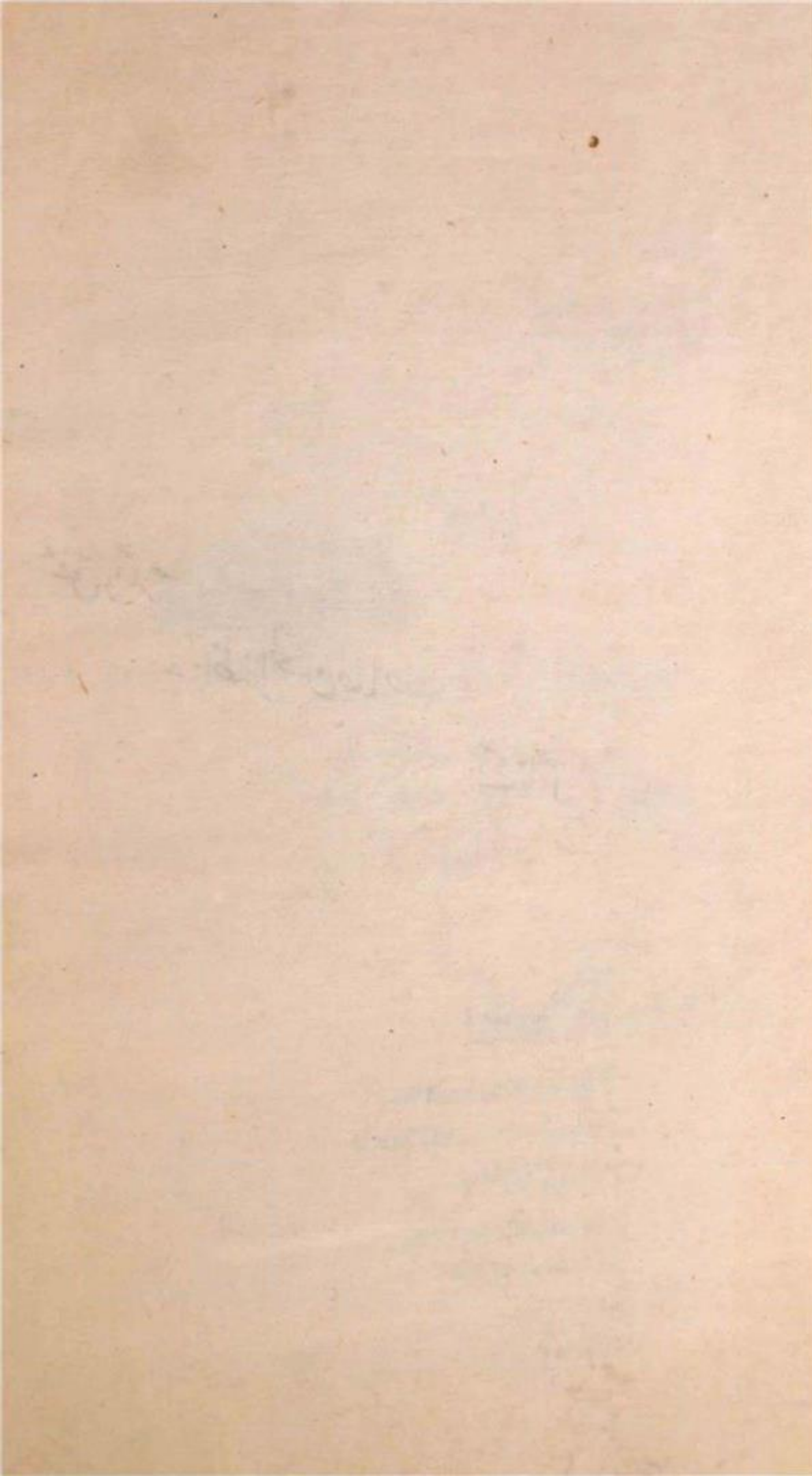
اسی مصنف کے قلم سے :

تحریک آزادی میں اردو کا حصہ
تحریک پاکستان اور مولانا مودودی
اشاریہ کلام فیض
مسلمانوں کی جدوجہد آزادی
پاکستان میں اردو غزل
ایک نادر سفرنامہ
کلام نیس رنگ

مشفق و مکرّم،

مرزا ظفر الحسن صاحب

کے نام



فہرست

- دکن پر مسلمانوں کے حملے ، ۷
سلطنت بہمنیہ کا قیام ، ۸
بہمنی سلاطین کی علم دوستی ، ۱۱
سلطنت بہمنیہ اور ایران کے سیاسی روابط ، ۱۶
علمی روابط ، ۲۲
لسانی روابط ، ۳۲
تمدنی روابط ، ۳۶
مذہبی روابط ، ۳۹
فہرست اسناد محولہ ، ۴۰

18

1843

1844

1845

1846

1847

1848

1849

1850

1851

دکن پر مسلمانوں کے حملے

ہندوستان کی تاریخ تہذیب و تمدن میں مجموعی حیثیت سے دکن نے بڑا نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کے تمام بڑے رجحانات اس میں موجزن رہے ہیں۔ یہ خطہ تمام بڑے تمدنوں میں اپنی جغرافیائی، تہذیبی اور ادبی دل فریبیوں کا بہت بڑا مخزن ہے۔ معاشرتی، تہذیبی اور ادبی اعتبار سے بڑے بڑے عہد وسطیٰ کا کوئی حصہ دکن کے مقابلہ میں تمدنی میراث اور ثقافتی ترکہ سے مالا مال نہیں۔ یہ اپنی امتیازی خصوصیات، جغرافیائی محل وقوع اور دوسرے قدرتی عوامل، زبان، نسل اور مذہب کے تنوع کے اعتبار سے عجوبہ روزگار رہا ہے۔ مسلمان پہلے پہل یہاں تبلیغ اسلام کے لئے آئے تھے۔ اس کے بعد شمال کی جانب سے ان کے حملے ہوتے رہے۔ جن کے نتیجہ میں دکن مسلمانوں کی سلطنت میں آگیا۔ علاؤ الدین خلجی پہلا حملہ آور تھا۔ جس نے ۱۲۹۴ء میں دکن کا رخ کیا اور دیوگری پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر اس کے کچھ حصہ کو علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ۱۳۱۰ء میں فتح کر کے اس کو ماری تک پہنچا دیا۔ ۱۲ قطب الدین مبارک شاہ نے دیوگری میں اپنے وزیر، صوبہ دار اور دوسرے عہدیدار مقرر کیے۔ ۱۳ اور امرار کو دکن میں جاگیریں دیں تاکہ خلیجوں

۱۔ خانی خاں، منتخب الباب۔ جلد سوم، ص ۷۔

۲۔ فرشتہ "تاریخ فرشتہ" جلد اول (نو کشتور) ص ۳۹۹۔ ۴۰۰، "تاریخ فرشتہ" کے دیگر مطبوعہ نسخے۔

اردو ترجمہ، جامعہ عثمانیہ، مطبوعہ ۱۹۲۶ء چار جلدیں اور اردو ترجمہ، نو کشتور، مطبوعہ ۱۹۳۳ء دو جلدیں، حوالے کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔

۳۔ حصامی "فتوح السلاطین" ص ۳۵۵، ۳۵۸۔

۴۔ فرشتہ، جلد اول، ص ۱۲۵۔

کے خاتمہ کے بعد محمد تغلق نے بھی مبارک شاہ کا الحاقی مسلک برقرار رکھا۔ اس نے بیدار اور درنگل کو دوبارہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ محمد تغلق کے پیش نظر دکن میں مسلمانوں کی آباد کاری کا ایک بہت بڑا منصوبہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب تک اس امر میں اہتمام نہ کیا جائے شمالی ہند کے مسلمان یہاں آباد نہیں رہ سکتے اور دکن اور جنوب ہند کے دور دراز علاقوں پر حکومت ممکن نہیں۔ اس نے اس بنا پر دیوگری کو دولت آباد کے نام سے اپنا ایک جنوبی پائے تخت بنانے کی کوشش کی تھی مگر اس کے بہت سے منصوبوں کی طرح یہ منصوبہ بھی ناکام ہوا۔ ان منصوبوں کی ناکامی اور اس کی حکمت عملی کی بد نظمی نے حکومت کو یہ بڑا نقصان پہنچایا کہ مرکز گریز فضا پیدا کر دی۔ تلنگانہ اور کرناٹک میں ہندو طاقتوں نے سراٹھایا۔ مدورا کا صوبہ دار جلال الدین احسن شاہ خود مختار ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد نالوہ اور گجرات کے "امیران صدہ" میں پھیل شروع ہو گئی۔ دکن کے "امیران صدہ" بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

سلطنت بہمنیہ کا قیام

محمد تغلق کے لئے دکن کی بغاوت زیادہ روح فرسا ثابت ہوئی۔ دکن سے اس کو دلی تعلق تھا۔ اس نے بغاوت کو دبانے کی کوشش کی۔ لیکن ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ اسے شکست کھانا پڑی اور دکن دہلی سے علیحدہ ہو گیا۔ "امیران صدہ" ترک افسر تھے جو غلیموں

۵۵ منیار الدین برنی، "تاریخ فیروز شاہی" ص ۴۳۹

۵۶ تفصیلات کے لئے ڈاکٹر مہدی حسین کی کتاب "The Rise and Fall of the Mohammed bin Toghlaq." دیکھئے۔

۵۷ برنی ص ۱۸، ص ۲۱، عبد المجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۵۲، ص ۵۵

۵۸ عبد المجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۵۹

۵۹ "History of the Rise of the" کے لئے ہاں برس

۶۰ "Mohammadan Power in India." جلد اول، ص ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳

کے زمانہ سے جنوبی خطوں کی دیکھ بھال کے لئے مامور تھے نہ تغلقوں کے زمانہ میں ان میں اور اضافہ ہوا اور بے شمار ترک خاندان دکن کے طول و عرض میں آباد ہو گئے یہی "امیران صدہ" دکن کے عہد وسطیٰ کے تاریخ ساز بنے۔ انہوں نے دکن کی سیاسی اور تمدنی خدمت بھی کی اور اپنے سیاسی اور تہذیبی شعور سے سلطنت دکن کی تعمیر بھی کی۔

محمد تغلق سے بغاوتوں کے زمانہ میں اہل دکن کی رہبری اسماعیل مخ کرتار ہالہ ان باغیانہ سرگرمیوں میں ظفر خاں، جس کا نام حسن تھا، زیادہ سرگرم تھا۔ یہ ایک سربراہ آدرہ "امیر صدہ" تھا۔ بہت جبری اور باجوسلہ سمجھا جاتا تھا۔ اسماعیل مخ کے بڑھاپے کو دیکھتے ہوئے سب امیروں کی نظر اس پر پڑنے لگی تھیں ۱۲ خود اسماعیل مخ بھی ظفر خاں کا قاتل تھا اور اسے اپنا نائب سمجھتا تھا ۱۳ چنانچہ دکن کی نئی سلطنت پر ۱۳۴۷ء میں ظفر خاں کو "علاء الدین حسن بہمن شاہ" کے لقب سے براجمان کیا گیا ۱۴ یہ آزاد سلطنت اپنے قیام کے دو سال بعد "سلطنت بہمنی" کہلانے لگی ۱۵ بہمن شاہ نے دولت آباد کے بجائے گلبرگہ کو حسن آباد کے نام سے سلطنت کا پایہ تخت بنایا۔ اس کے تقریباً اسی برس کے بعد اس کا سیاسی و تمدنی مرکز بیدر منتقل ہوا۔ اس کے لائق جانشینوں کے عہد میں یہ بہت بڑی سلطنت بن گئی، جو پاکیزہ نظم و نسق، بین الاقوامی دوراندیشی، ذہنی و اخلاقی تعمیری منصوبوں سے آراستہ تھی ۱۶۔

۱۰: عبدالمجید مدنی "بہمنی سلطنت" ص ۵۳

۱۱: قاضی خان، ص ۱۲، عصامی، ص ۴۹۱، عبدالمجید مدنی "بہمنی سلطنت"، ص ۵، آدم وائس "The War of the Goldsmith's Daughter." ص ۴۹

۱۲: ایضاً، ص ۴۴

۱۳: عصامی، ص ۵۲۳

۱۴: ڈی ڈبلیو بیل "An Oriental Biographical Dictionary." ص ۵۰،

شیخ محمد بیگ نقشبندی، برہانپوری "ملحق خلاصۃ السیرۃ"

۱۵: بہمنی سلطنت کے تاریخی اور تہذیبی مطالعہ کے عبدالمجید مدنی "بہمنی سلطنت؛

ہارون خان شیروانی "Bahaminis of Daccan."

۱۶: لین پول "History of Mediaeval India." ص ۱۴۹، اس واقعہ کی تفصیلات

آدم وائس نے بیان کی ہیں، تصنیف مذکورہ ص ۹۹

۱۷: عبدالمجید مدنی "سلطنت بہمنیہ کی باقیات" ص ۱۴

بہمن شاہ (۶۱۳۴۷-۶۱۳۵۸) کے بعد اس سلطنت کے سلاطین میں سے محمد شاہ اول (۶۱۳۵۸-۶۱۳۷۵)، محمد شاہ دوم (۶۱۳۷۵-۶۱۳۹۷)، فیروز شاہ (۶۱۳۹۷-۶۱۴۲۲) احمد شاہ اولیٰ (۶۱۴۲۲-۶۱۴۳۴) ایسے جلیل القدر، لائق اور باصلاحیت حکمران تھے جو مشاہیر عالم کی صف میں شمار ہو سکتے ہیں۔ بہمن شاہ کے انتقال کے وقت سلطنت کی حدود شمال میں ماندا سے شروع ہو کر جنوب میں دریائے تنگہ راتک اور مشرق میں مونگیر تک اور مغرب میں گوانگ پھیل گئی تھیں اور محمد شاہ لشکری کے عہد میں ۶۱۴۴۳ء میں تخت پر بیٹھا تھا، سلطنت گوا سے مسولی ٹیم تک پھیل گئی تھی اور تمام سطح مرتفع پر بہمنی پریم لہرا ہوا تھا ۱۸ اندرونی نظم و نسق کے لئے سلطنت کے چار صوبے بنائے گئے جو ”طرف“ کہلاتے تھے۔ اس پر چار ”طرف دار“ مقرر ہوئے ۱۹ ملک سیف الدین غوری، جو اس سلطنت کا وزیر اعظم تھا، اس نئے انتظام اور نظم و نسق کا روح رواں تھا ۲۰ محمد شاہ اول نے مرکزی اور مقامی حکومتوں کو مرتب کیا اور ان میں بڑا سلیقہ پیدا کیا۔ مرکزی حکومت میں آٹھ وزرا مقرر کیے اور دربار شاہی کی شان و شوکت میں بڑا اہتمام کیا۔ ۲۱

محمد شاہ ثانی کے عہد میں سلطنت خوشحال تھی۔ فیروز شاہ کا دور سلطنت کی تاریخ میں مثالی ہے۔ اس نے ملک کے نظم و نسق کے لئے لائق ارباب سیاست مقرر کیے۔ اس عہد کا بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس میں زبردست علمی سرگرمیاں ہوئیں۔ قابل علماء جمع کیے گئے علم کی اس قدر حوصلہ افزائی تھی کہ گلبرگہ اس وقت کا بڑا علمی مرکز بن گیا تھا۔ احمد شاہ ولی

۱۸۔ ایضاً۔ لین پول ”فرمانروایان اسلام“ اردو ترجمہ ”Mohammadan Dynasties.“ ص ۳۷۵

۱۹۔ ایڈوارڈ تھامس ”The Chronicles of the Pathan Kings of Delhi.“ ص ۳۴۱

۲۰۔ علی طباطبائی ”برہان ماثر“ ص ۱۱-۳۱، عصائی، ص ۵۲۵-۵۲۷، نیز تفصیلات کے لئے

عبد المجید صدیقی، ”Malik Saifuddin Ghori“ ص ۷۰-۷۱، ۷۲

۲۱۔ عبد الجبار خاں ملکپوری ”محبوب التواریخ“ ص ۲۲۱-۲۲۵

نے لکبرگر کے بجائے بید کو پایہ تخت بنایا۔ اس کے دور میں سلطنت میں غیر مالک سے آنے والوں کا عمل دخل زیادہ بڑھ گیا تھا، جس سے عوام میں عصبيت کے جذبات نمایاں ہونے لگے۔ علاؤ الدین ثانی کے عہد میں یہ کش مکش زیادہ سخت ہو گئی۔ جب محمد شاہ شکر می نے عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اسے بڑی کامیابیاں ہوئیں۔ یہ اچھا سپاہی اور مدبر تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت بھی وسیع ہو گئی۔ محمود گادوال اس کے دربار کا مشہور وزیر، عالم اور دانشور تھا، جس نے نظم و نسق کے ساتھ ملک کی علمی خدمت بھی کی۔ لیکن اس دور میں دکنیوں اور غیر دکنیوں کی کش مکش بھی شدت اختیار کر گئی ۲۲۔ محمود گادوال کے بعد جو اس کش مکش میں قتل کر دیا گیا تھا ۲۳، سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ۲۴۔

بہمنی سلاطین کی علم دوستی

سلاطین بہمنیہ کا دور بیشتر کشور کشائی، تسخیر ملک اور قیام امن میں گزرا۔ اس کے باوجود انہوں نے علوم و فنون اور ادب و شاعری کی بڑی سرپرستی کی۔ انہوں نے شمال کے خلجی اور متعلق سلاطین کی علمی و ادبی روایات کو آگے بڑھایا۔ ان کے دربار میں ادیب، شاعر، فلسفی،

۲۲۔ سی۔ ای۔ بازور تھ۔ "The Islamic Dynasties." ص ۷۰۶۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ

"ایک تیسرا فریق جیشیوں کا تھا۔ پناہ دکن کی سلطنتوں کے عروج و زوال کی داستانیں دراصل ان تینوں گروہوں کے تصادم، چٹشک اور آدیویش پر مشتمل ہیں۔" ڈاکٹر رحیم الدین کمال "ڈاکٹر زو شخصیت" ص ۵۳، جب کہ ہارون خاں شیروانی نے جیشیوں کو دکنی گروہ میں ہی شامل کیا ہے۔ ان کے خیال میں وہ تمام "دکنی" تھے جو محمد تغلق کے ساتھ دولت آباد آئے تھے اور یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ غیر دکنی یا "آفاقی" انہیں شمار کیا ہے جو ایران اور وسط ایشیا سے آئے تھے،

"Bahaminis of Deccan." ص ۲۲۳-۲۲۴، ۲۲۵-۲۲۶، ۲۲۷-۲۲۸، ۲۲۹-۲۳۰، ۲۳۱-۲۳۲، ۲۳۳-۲۳۴، ۲۳۵-۲۳۶، ۲۳۷-۲۳۸، ۲۳۹-۲۴۰، ۲۴۱-۲۴۲، ۲۴۳-۲۴۴، ۲۴۵-۲۴۶، ۲۴۷-۲۴۸، ۲۴۹-۲۵۰، ۲۵۱-۲۵۲، ۲۵۳-۲۵۴، ۲۵۵-۲۵۶، ۲۵۷-۲۵۸، ۲۵۹-۲۶۰، ۲۶۱-۲۶۲، ۲۶۳-۲۶۴، ۲۶۵-۲۶۶، ۲۶۷-۲۶۸، ۲۶۹-۲۷۰، ۲۷۱-۲۷۲، ۲۷۳-۲۷۴، ۲۷۵-۲۷۶، ۲۷۷-۲۷۸، ۲۷۹-۲۸۰، ۲۸۱-۲۸۲، ۲۸۳-۲۸۴، ۲۸۵-۲۸۶، ۲۸۷-۲۸۸، ۲۸۹-۲۹۰، ۲۹۱-۲۹۲، ۲۹۳-۲۹۴، ۲۹۵-۲۹۶، ۲۹۷-۲۹۸، ۲۹۹-۳۰۰، ۳۰۱-۳۰۲، ۳۰۳-۳۰۴، ۳۰۵-۳۰۶، ۳۰۷-۳۰۸، ۳۰۹-۳۱۰، ۳۱۱-۳۱۲، ۳۱۳-۳۱۴، ۳۱۵-۳۱۶، ۳۱۷-۳۱۸، ۳۱۹-۳۲۰، ۳۲۱-۳۲۲، ۳۲۳-۳۲۴، ۳۲۵-۳۲۶، ۳۲۷-۳۲۸، ۳۲۹-۳۳۰، ۳۳۱-۳۳۲، ۳۳۳-۳۳۴، ۳۳۵-۳۳۶، ۳۳۷-۳۳۸، ۳۳۹-۳۴۰، ۳۴۱-۳۴۲، ۳۴۳-۳۴۴، ۳۴۵-۳۴۶، ۳۴۷-۳۴۸، ۳۴۹-۳۵۰، ۳۵۱-۳۵۲، ۳۵۳-۳۵۴، ۳۵۵-۳۵۶، ۳۵۷-۳۵۸، ۳۵۹-۳۶۰، ۳۶۱-۳۶۲، ۳۶۳-۳۶۴، ۳۶۵-۳۶۶، ۳۶۷-۳۶۸، ۳۶۹-۳۷۰، ۳۷۱-۳۷۲، ۳۷۳-۳۷۴، ۳۷۵-۳۷۶، ۳۷۷-۳۷۸، ۳۷۹-۳۸۰، ۳۸۱-۳۸۲، ۳۸۳-۳۸۴، ۳۸۵-۳۸۶، ۳۸۷-۳۸۸، ۳۸۹-۳۹۰، ۳۹۱-۳۹۲، ۳۹۳-۳۹۴، ۳۹۵-۳۹۶، ۳۹۷-۳۹۸، ۳۹۹-۴۰۰، ۴۰۱-۴۰۲، ۴۰۳-۴۰۴، ۴۰۵-۴۰۶، ۴۰۷-۴۰۸، ۴۰۹-۴۱۰، ۴۱۱-۴۱۲، ۴۱۳-۴۱۴، ۴۱۵-۴۱۶، ۴۱۷-۴۱۸، ۴۱۹-۴۲۰، ۴۲۱-۴۲۲، ۴۲۳-۴۲۴، ۴۲۵-۴۲۶، ۴۲۷-۴۲۸، ۴۲۹-۴۳۰، ۴۳۱-۴۳۲، ۴۳۳-۴۳۴، ۴۳۵-۴۳۶، ۴۳۷-۴۳۸، ۴۳۹-۴۴۰، ۴۴۱-۴۴۲، ۴۴۳-۴۴۴، ۴۴۵-۴۴۶، ۴۴۷-۴۴۸، ۴۴۹-۴۵۰، ۴۵۱-۴۵۲، ۴۵۳-۴۵۴، ۴۵۵-۴۵۶، ۴۵۷-۴۵۸، ۴۵۹-۴۶۰، ۴۶۱-۴۶۲، ۴۶۳-۴۶۴، ۴۶۵-۴۶۶، ۴۶۷-۴۶۸، ۴۶۹-۴۷۰، ۴۷۱-۴۷۲، ۴۷۳-۴۷۴، ۴۷۵-۴۷۶، ۴۷۷-۴۷۸، ۴۷۹-۴۸۰، ۴۸۱-۴۸۲، ۴۸۳-۴۸۴، ۴۸۵-۴۸۶، ۴۸۷-۴۸۸، ۴۸۹-۴۹۰، ۴۹۱-۴۹۲، ۴۹۳-۴۹۴، ۴۹۵-۴۹۶، ۴۹۷-۴۹۸، ۴۹۹-۵۰۰، ۵۰۱-۵۰۲، ۵۰۳-۵۰۴، ۵۰۵-۵۰۶، ۵۰۷-۵۰۸، ۵۰۹-۵۱۰، ۵۱۱-۵۱۲، ۵۱۳-۵۱۴، ۵۱۵-۵۱۶، ۵۱۷-۵۱۸، ۵۱۹-۵۲۰، ۵۲۱-۵۲۲، ۵۲۳-۵۲۴، ۵۲۵-۵۲۶، ۵۲۷-۵۲۸، ۵۲۹-۵۳۰، ۵۳۱-۵۳۲، ۵۳۳-۵۳۴، ۵۳۵-۵۳۶، ۵۳۷-۵۳۸، ۵۳۹-۵۴۰، ۵۴۱-۵۴۲، ۵۴۳-۵۴۴، ۵۴۵-۵۴۶، ۵۴۷-۵۴۸، ۵۴۹-۵۵۰، ۵۵۱-۵۵۲، ۵۵۳-۵۵۴، ۵۵۵-۵۵۶، ۵۵۷-۵۵۸، ۵۵۹-۵۶۰، ۵۶۱-۵۶۲، ۵۶۳-۵۶۴، ۵۶۵-۵۶۶، ۵۶۷-۵۶۸، ۵۶۹-۵۷۰، ۵۷۱-۵۷۲، ۵۷۳-۵۷۴، ۵۷۵-۵۷۶، ۵۷۷-۵۷۸، ۵۷۹-۵۸۰، ۵۸۱-۵۸۲، ۵۸۳-۵۸۴، ۵۸۵-۵۸۶، ۵۸۷-۵۸۸، ۵۸۹-۵۹۰، ۵۹۱-۵۹۲، ۵۹۳-۵۹۴، ۵۹۵-۵۹۶، ۵۹۷-۵۹۸، ۵۹۹-۶۰۰، ۶۰۱-۶۰۲، ۶۰۳-۶۰۴، ۶۰۵-۶۰۶، ۶۰۷-۶۰۸، ۶۰۹-۶۱۰، ۶۱۱-۶۱۲، ۶۱۳-۶۱۴، ۶۱۵-۶۱۶، ۶۱۷-۶۱۸، ۶۱۹-۶۲۰، ۶۲۱-۶۲۲، ۶۲۳-۶۲۴، ۶۲۵-۶۲۶، ۶۲۷-۶۲۸، ۶۲۹-۶۳۰، ۶۳۱-۶۳۲، ۶۳۳-۶۳۴، ۶۳۵-۶۳۶، ۶۳۷-۶۳۸، ۶۳۹-۶۴۰، ۶۴۱-۶۴۲، ۶۴۳-۶۴۴، ۶۴۵-۶۴۶، ۶۴۷-۶۴۸، ۶۴۹-۶۵۰، ۶۵۱-۶۵۲، ۶۵۳-۶۵۴، ۶۵۵-۶۵۶، ۶۵۷-۶۵۸، ۶۵۹-۶۶۰، ۶۶۱-۶۶۲، ۶۶۳-۶۶۴، ۶۶۵-۶۶۶، ۶۶۷-۶۶۸، ۶۶۹-۶۷۰، ۶۷۱-۶۷۲، ۶۷۳-۶۷۴، ۶۷۵-۶۷۶، ۶۷۷-۶۷۸، ۶۷۹-۶۸۰، ۶۸۱-۶۸۲، ۶۸۳-۶۸۴، ۶۸۵-۶۸۶، ۶۸۷-۶۸۸، ۶۸۹-۶۹۰، ۶۹۱-۶۹۲، ۶۹۳-۶۹۴، ۶۹۵-۶۹۶، ۶۹۷-۶۹۸، ۶۹۹-۷۰۰، ۷۰۱-۷۰۲، ۷۰۳-۷۰۴، ۷۰۵-۷۰۶، ۷۰۷-۷۰۸، ۷۰۹-۷۱۰، ۷۱۱-۷۱۲، ۷۱۳-۷۱۴، ۷۱۵-۷۱۶، ۷۱۷-۷۱۸، ۷۱۹-۷۲۰، ۷۲۱-۷۲۲، ۷۲۳-۷۲۴، ۷۲۵-۷۲۶، ۷۲۷-۷۲۸، ۷۲۹-۷۳۰، ۷۳۱-۷۳۲، ۷۳۳-۷۳۴، ۷۳۵-۷۳۶، ۷۳۷-۷۳۸، ۷۳۹-۷۴۰، ۷۴۱-۷۴۲، ۷۴۳-۷۴۴، ۷۴۵-۷۴۶، ۷۴۷-۷۴۸، ۷۴۹-۷۵۰، ۷۵۱-۷۵۲، ۷۵۳-۷۵۴، ۷۵۵-۷۵۶، ۷۵۷-۷۵۸، ۷۵۹-۷۶۰، ۷۶۱-۷۶۲، ۷۶۳-۷۶۴، ۷۶۵-۷۶۶، ۷۶۷-۷۶۸، ۷۶۹-۷۷۰، ۷۷۱-۷۷۲، ۷۷۳-۷۷۴، ۷۷۵-۷۷۶، ۷۷۷-۷۷۸، ۷۷۹-۷۸۰، ۷۸۱-۷۸۲، ۷۸۳-۷۸۴، ۷۸۵-۷۸۶، ۷۸۷-۷۸۸، ۷۸۹-۷۹۰، ۷۹۱-۷۹۲، ۷۹۳-۷۹۴، ۷۹۵-۷۹۶، ۷۹۷-۷۹۸، ۷۹۹-۸۰۰، ۸۰۱-۸۰۲، ۸۰۳-۸۰۴، ۸۰۵-۸۰۶، ۸۰۷-۸۰۸، ۸۰۹-۸۱۰، ۸۱۱-۸۱۲، ۸۱۳-۸۱۴، ۸۱۵-۸۱۶، ۸۱۷-۸۱۸، ۸۱۹-۸۲۰، ۸۲۱-۸۲۲، ۸۲۳-۸۲۴، ۸۲۵-۸۲۶، ۸۲۷-۸۲۸، ۸۲۹-۸۳۰، ۸۳۱-۸۳۲، ۸۳۳-۸۳۴، ۸۳۵-۸۳۶، ۸۳۷-۸۳۸، ۸۳۹-۸۴۰، ۸۴۱-۸۴۲، ۸۴۳-۸۴۴، ۸۴۵-۸۴۶، ۸۴۷-۸۴۸، ۸۴۹-۸۵۰، ۸۵۱-۸۵۲، ۸۵۳-۸۵۴، ۸۵۵-۸۵۶، ۸۵۷-۸۵۸، ۸۵۹-۸۶۰، ۸۶۱-۸۶۲، ۸۶۳-۸۶۴، ۸۶۵-۸۶۶، ۸۶۷-۸۶۸، ۸۶۹-۸۷۰، ۸۷۱-۸۷۲، ۸۷۳-۸۷۴، ۸۷۵-۸۷۶، ۸۷۷-۸۷۸، ۸۷۹-۸۸۰، ۸۸۱-۸۸۲، ۸۸۳-۸۸۴، ۸۸۵-۸۸۶، ۸۸۷-۸۸۸، ۸۸۹-۸۹۰، ۸۹۱-۸۹۲، ۸۹۳-۸۹۴، ۸۹۵-۸۹۶، ۸۹۷-۸۹۸، ۸۹۹-۹۰۰، ۹۰۱-۹۰۲، ۹۰۳-۹۰۴، ۹۰۵-۹۰۶، ۹۰۷-۹۰۸، ۹۰۹-۹۱۰، ۹۱۱-۹۱۲، ۹۱۳-۹۱۴، ۹۱۵-۹۱۶، ۹۱۷-۹۱۸، ۹۱۹-۹۲۰، ۹۲۱-۹۲۲، ۹۲۳-۹۲۴، ۹۲۵-۹۲۶، ۹۲۷-۹۲۸، ۹۲۹-۹۳۰، ۹۳۱-۹۳۲، ۹۳۳-۹۳۴، ۹۳۵-۹۳۶، ۹۳۷-۹۳۸، ۹۳۹-۹۴۰، ۹۴۱-۹۴۲، ۹۴۳-۹۴۴، ۹۴۵-۹۴۶، ۹۴۷-۹۴۸، ۹۴۹-۹۵۰، ۹۵۱-۹۵۲، ۹۵۳-۹۵۴، ۹۵۵-۹۵۶، ۹۵۷-۹۵۸، ۹۵۹-۹۶۰، ۹۶۱-۹۶۲، ۹۶۳-۹۶۴، ۹۶۵-۹۶۶، ۹۶۷-۹۶۸، ۹۶۹-۹۷۰، ۹۷۱-۹۷۲، ۹۷۳-۹۷۴، ۹۷۵-۹۷۶، ۹۷۷-۹۷۸، ۹۷۹-۹۸۰، ۹۸۱-۹۸۲، ۹۸۳-۹۸۴، ۹۸۵-۹۸۶، ۹۸۷-۹۸۸، ۹۸۹-۹۹۰، ۹۹۱-۹۹۲، ۹۹۳-۹۹۴، ۹۹۵-۹۹۶، ۹۹۷-۹۹۸، ۹۹۹-۱۰۰۰، ۱۰۰۱-۱۰۰۲، ۱۰۰۳-۱۰۰۴، ۱۰۰۵-۱۰۰۶، ۱۰۰۷-۱۰۰۸، ۱۰۰۹-۱۰۱۰، ۱۰۱۱-۱۰۱۲، ۱۰۱۳-۱۰۱۴، ۱۰۱۵-۱۰۱۶، ۱۰۱۷-۱۰۱۸، ۱۰۱۹-۱۰۲۰، ۱۰۲۱-۱۰۲۲، ۱۰۲۳-۱۰۲۴، ۱۰۲۵-۱۰۲۶، ۱۰۲۷-۱۰۲۸، ۱۰۲۹-۱۰۳۰، ۱۰۳۱-۱۰۳۲، ۱۰۳۳-۱۰۳۴، ۱۰۳۵-۱۰۳۶، ۱۰۳۷-۱۰۳۸، ۱۰۳۹-۱۰۴۰، ۱۰۴۱-۱۰۴۲، ۱۰۴۳-۱۰۴۴، ۱۰۴۵-۱۰۴۶، ۱۰۴۷-۱۰۴۸، ۱۰۴۹-۱۰۵۰، ۱۰۵۱-۱۰۵۲، ۱۰۵۳-۱۰۵۴، ۱۰۵۵-۱۰۵۶، ۱۰۵۷-۱۰۵۸، ۱۰۵۹-۱۰۶۰، ۱۰۶۱-۱۰۶۲، ۱۰۶۳-۱۰۶۴، ۱۰۶۵-۱۰۶۶، ۱۰۶۷-۱۰۶۸، ۱۰۶۹-۱۰۷۰، ۱۰۷۱-۱۰۷۲، ۱۰۷۳-۱۰۷۴، ۱۰۷۵-۱۰۷۶، ۱۰۷۷-۱۰۷۸، ۱۰۷۹-۱۰۸۰، ۱۰۸۱-۱۰۸۲، ۱۰۸۳-۱۰۸۴، ۱۰۸۵-۱۰۸۶، ۱۰۸۷-۱۰۸۸، ۱۰۸۹-۱۰۹۰، ۱۰۹۱-۱۰۹۲، ۱۰۹۳-۱۰۹۴، ۱۰۹۵-۱۰۹۶، ۱۰۹۷-۱۰۹۸، ۱۰۹۹-۱۱۰۰، ۱۱۰۱-۱۱۰۲، ۱۱۰۳-۱۱۰۴، ۱۱۰۵-۱۱۰۶، ۱۱۰۷-۱۱۰۸، ۱۱۰۹-۱۱۱۰، ۱۱۱۱-۱۱۱۲، ۱۱۱۳-۱۱۱۴، ۱۱۱۵-۱۱۱۶، ۱۱۱۷-۱۱۱۸، ۱۱۱۹-۱۱۲۰، ۱۱۲۱-۱۱۲۲، ۱۱۲۳-۱۱۲۴، ۱۱۲۵-۱۱۲۶، ۱۱۲۷-۱۱۲۸، ۱۱۲۹-۱۱۳۰، ۱۱۳۱-۱۱۳۲، ۱۱۳۳-۱۱۳۴، ۱۱۳۵-۱۱۳۶، ۱۱۳۷-۱۱۳۸، ۱۱۳۹-۱۱۴۰، ۱۱۴۱-۱۱۴۲، ۱۱۴۳-۱۱۴۴، ۱۱۴۵-۱۱۴۶، ۱۱۴۷-۱۱۴۸، ۱۱۴۹-۱۱۵۰، ۱۱۵۱-۱۱۵۲، ۱۱۵۳-۱۱۵۴، ۱۱۵۵-۱۱۵۶، ۱۱۵۷-۱۱۵۸، ۱۱۵۹-۱۱۶۰، ۱۱۶۱-۱۱۶۲، ۱۱۶۳-۱۱۶۴، ۱۱۶۵-۱۱۶۶، ۱۱۶۷-۱۱۶۸، ۱۱۶۹-۱۱۷۰، ۱۱۷۱-۱۱۷۲، ۱۱۷۳-۱۱۷۴، ۱۱۷۵-۱۱۷۶، ۱۱۷۷-۱۱۷۸، ۱۱۷۹-۱۱۸۰، ۱۱۸۱-۱۱۸۲، ۱۱۸۳-۱۱۸۴، ۱۱۸۵-۱۱۸۶، ۱۱۸۷-۱۱۸۸، ۱۱۸۹-۱۱۹۰، ۱۱۹۱-۱۱۹۲، ۱۱۹۳-۱۱۹۴، ۱۱۹۵-۱۱۹۶، ۱۱۹۷-۱۱۹۸، ۱۱۹۹-۱۲۰۰، ۱۲۰۱-۱۲۰۲، ۱۲۰۳-۱۲۰۴، ۱۲۰۵-۱۲۰۶، ۱۲۰۷-۱۲۰۸، ۱۲۰۹-۱۲۱۰، ۱۲۱۱-۱۲۱۲، ۱۲۱۳-۱۲۱۴، ۱۲۱۵-۱۲۱۶، ۱۲۱۷-۱۲۱۸، ۱۲۱۹-۱۲۲۰، ۱۲۲۱-۱۲۲۲، ۱۲۲۳-۱۲۲۴، ۱۲۲۵-۱۲۲۶، ۱۲۲۷-۱۲۲۸، ۱۲۲۹-۱۲۳۰، ۱۲۳۱-۱۲۳۲، ۱۲۳۳-۱۲۳۴، ۱۲۳۵-۱۲۳۶، ۱۲۳۷-۱۲۳۸، ۱۲۳۹-۱۲۴۰، ۱۲۴۱-۱۲۴۲، ۱۲۴۳-۱۲۴۴، ۱۲۴۵-۱۲۴۶، ۱۲۴۷-۱۲۴۸، ۱۲۴۹-۱۲۵۰، ۱۲۵۱-۱۲۵۲، ۱۲۵۳-۱۲۵۴، ۱۲۵۵-۱۲۵۶، ۱۲۵۷-۱۲۵۸، ۱۲۵۹-۱۲۶۰، ۱۲۶۱-۱۲۶۲، ۱۲۶۳-۱۲۶۴، ۱۲۶۵-۱۲۶۶، ۱۲۶۷-۱۲۶۸، ۱۲۶۹-۱۲۷۰، ۱۲۷۱-۱۲۷۲، ۱۲۷۳-۱۲۷۴، ۱۲۷۵-۱۲۷۶، ۱۲۷۷-۱۲۷۸، ۱۲۷۹-۱۲۸۰، ۱۲۸۱-۱۲۸۲، ۱۲۸۳-۱۲۸۴، ۱۲۸۵-۱۲۸۶، ۱۲۸۷-۱۲۸۸، ۱۲۸۹-۱۲۹۰، ۱۲۹۱-۱۲۹۲، ۱۲۹۳-۱۲۹۴، ۱۲۹۵-۱۲۹۶، ۱۲۹۷-۱۲۹۸، ۱۲۹۹-۱۳۰۰، ۱۳۰۱-۱۳۰۲، ۱۳۰۳-۱۳۰۴، ۱۳۰۵-۱۳۰۶، ۱۳۰۷-۱۳۰۸، ۱۳۰۹-۱۳۱۰، ۱۳۱۱-۱۳۱۲، ۱۳۱۳-۱۳۱۴، ۱۳۱۵-۱۳۱۶، ۱۳۱۷-۱۳۱۸، ۱۳۱۹-۱۳۲۰، ۱۳۲۱-۱۳۲۲، ۱۳۲۳-۱۳۲۴، ۱۳۲۵-۱۳۲۶، ۱۳۲۷-۱۳۲۸، ۱۳۲۹-۱۳۳۰، ۱۳۳۱-۱۳۳۲، ۱۳۳۳-۱۳۳۴، ۱۳۳۵-۱۳۳۶، ۱۳۳۷-۱۳۳۸، ۱۳۳۹-۱۳۴۰، ۱۳۴۱-۱۳۴۲، ۱۳۴۳-۱۳۴۴، ۱۳۴۵-۱۳۴۶، ۱۳۴۷-۱۳۴۸، ۱۳۴۹-۱۳۵۰، ۱۳۵۱-۱۳۵۲، ۱۳۵۳-۱۳۵۴، ۱۳۵۵-۱۳۵۶، ۱۳۵۷-۱۳۵۸، ۱۳۵۹-۱۳۶۰، ۱۳۶۱-۱۳۶۲، ۱۳۶۳-۱۳۶۴، ۱۳۶۵-۱۳۶۶، ۱۳۶۷-۱۳۶۸، ۱۳۶۹-۱۳۷۰، ۱۳۷۱-۱۳۷۲، ۱۳۷۳-۱۳۷۴، ۱۳۷۵-۱۳۷۶، ۱۳۷۷-۱۳۷۸، ۱۳۷۹-۱۳۸۰، ۱۳۸۱-۱۳۸۲، ۱۳۸۳-۱۳۸۴، ۱۳۸۵-۱۳۸۶، ۱۳۸۷-۱۳۸۸، ۱۳۸۹-۱۳۹۰، ۱۳۹۱-۱۳۹۲، ۱۳۹۳-۱۳۹۴، ۱۳۹۵-۱۳۹۶، ۱۳۹۷-۱۳۹۸، ۱۳۹۹-۱۴۰۰، ۱۴۰۱-۱۴۰۲، ۱۴۰۳-۱۴۰۴، ۱۴۰۵-۱۴۰۶، ۱۴۰۷-۱۴۰۸، ۱۴۰۹-۱۴۱۰، ۱۴۱۱-۱۴۱۲، ۱۴۱۳-۱۴۱۴، ۱۴۱۵-۱۴۱۶، ۱۴۱۷-۱۴۱۸، ۱۴۱۹-۱۴۲۰، ۱۴۲۱-۱۴۲۲، ۱۴۲۳-۱۴۲۴، ۱۴۲۵-۱۴۲۶، ۱۴۲۷-۱۴۲۸، ۱۴۲۹-۱۴۳۰، ۱۴۳۱-۱۴۳۲، ۱۴۳۳-۱۴۳۴، ۱۴۳۵-۱۴۳۶، ۱۴۳۷-۱۴۳۸، ۱۴۳۹-۱۴۴۰، ۱۴۴۱-۱۴۴۲، ۱۴۴۳-۱۴۴۴، ۱۴۴۵-۱۴۴۶، ۱۴۴۷-۱۴۴۸، ۱۴۴۹-۱۴۵۰، ۱۴۵۱-۱۴۵۲، ۱۴۵۳-۱۴۵۴، ۱۴۵۵-۱۴۵۶، ۱۴۵۷-۱۴۵۸، ۱۴۵۹-۱۴۶۰، ۱۴۶۱-۱۴۶۲، ۱۴۶۳-۱۴۶۴، ۱۴۶۵-۱۴۶۶، ۱۴۶۷-۱۴۶۸، ۱۴۶۹-۱۴۷۰، ۱۴۷۱-۱۴۷۲، ۱۴۷۳-۱۴۷۴، ۱۴۷۵-۱۴۷۶، ۱۴۷۷-۱۴۷۸، ۱۴۷۹-۱۴۸۰، ۱۴۸۱-۱۴۸۲، ۱۴۸۳-۱۴۸۴، ۱۴۸۵-۱۴۸۶، ۱۴۸۷-۱۴۸۸، ۱۴۸۹-۱۴۹۰، ۱۴۹۱-۱۴۹۲، ۱۴۹۳-۱۴۹۴، ۱۴۹۵-۱۴۹۶، ۱۴۹۷-۱۴۹۸، ۱۴۹۹-۱۵۰۰، ۱۵۰۱-۱۵۰۲، ۱۵۰۳-۱۵۰۴، ۱۵۰۵-۱۵۰۶، ۱۵۰۷-۱۵۰۸، ۱۵۰۹-۱۵۱۰، ۱۵۱۱-۱۵۱۲، ۱۵۱۳-۱۵۱۴، ۱۵۱۵-۱۵۱۶، ۱۵۱۷-۱۵۱۸، ۱۵۱۹-۱۵۲۰، ۱۵۲۱-۱۵۲۲، ۱۵۲۳-۱۵۲۴، ۱۵۲۵-۱۵۲۶، ۱۵۲۷-۱۵۲۸، ۱۵۲۹-۱۵۳۰، ۱۵۳۱-۱۵۳۲، ۱۵۳۳-۱۵۳۴، ۱۵۳۵-۱۵۳۶، ۱۵۳۷-۱۵۳۸، ۱۵۳۹-۱۵۴۰، ۱۵۴۱-۱۵۴۲، ۱۵۴۳-۱۵۴۴، ۱۵۴۵-۱۵۴۶، ۱۵۴۷-۱۵۴۸، ۱۵۴۹-۱۵۵۰، ۱۵۵۱-۱۵۵۲، ۱۵۵۳-۱۵۵۴، ۱۵۵۵-۱۵۵۶، ۱۵۵۷-۱۵۵۸، ۱۵۵۹-۱۵۶۰، ۱۵۶۱-۱۵۶۲، ۱۵۶۳-۱۵۶۴، ۱۵۶۵-۱۵۶۶، ۱۵۶۷-۱۵۶۸، ۱۵۶۹-۱۵۷۰، ۱۵۷۱-۱۵۷۲، ۱۵۷۳-۱۵۷۴، ۱۵۷۵-۱۵۷۶، ۱۵۷۷-۱۵۷۸، ۱۵۷۹-۱۵۸۰، ۱۵۸۱-۱۵۸۲، ۱۵۸۳-۱۵۸۴، ۱۵۸۵-۱۵۸۶، ۱۵۸۷-۱۵۸۸، ۱۵۸۹-۱۵۹۰، ۱۵۹۱-۱۵۹۲، ۱۵۹۳-۱۵۹۴

ماہرینِ فلکیات، مؤرخ، صوفی اور ادیبانِ کمال موجود رہتے تھے۔ ان کی حکمرانی کے دور میں سرزمینِ دکن عالموں، فاضلوں، ادیبوں اور صوفیوں کا گہوارہ بن گئی تھی۔ جنہوں نے علوم و فنون کو ترقی دی۔ ان کے علمی اور روحانی فیضان نے نہ صرف اہل ملک کو متاثر کیا بلکہ سلاطین بھی ان کی دانشمندی اور روحانی فیضان سے مستفید ہوتے رہے۔ رعایا کی تعلیم اور فنِ تعمیر کی طرف بھی سلاطین کی خاص توجہ تھی اور یہ ان کے دورِ سلطنت کا امتیازی وصف تھا۔ تمام اہم علمی مراکز میں کتب خانے قائم تھے۔ مکاتب اور مدارس کے قیام میں بڑی دلچسپی لی گئی۔ تعلیمی اخراجات کے لئے سلاطین کی طرف سے جاگیریں وقف تھیں۔ اس لیے ان کی فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے علمی اور تعلیمی ترقی کے امور میں رکاوٹ پیش نہیں آتی تھی ۲۵۔ ان سلاطین نے بحیثیت مجموعی اپنی بیدار مغزی، روشن خیالی اور علم پروری سے ہندوستان کو بیش قیمت علمی، ادبی اور تہذیبی ورثہ عطا کیا؛ خصوصاً دکن کی علمی سطح کو بلند کیا اور ایک خاص علمی اور تمدنی مزاج پیدا کر دیا۔

ان سلاطین میں بعض شخصیات کو اسلامی تاریخ میں مثالی حیثیت حاصل رہے گی۔ خود بانیِ سلطنت ایک بلند خیال اور قابلِ حکمران تھا ۲۶۔ اس میں بڑی مستعدی، کارکردگی اور جلال تھی اور قدیم شاہ ایران بہمن بن اسفندیار کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے ایک بڑے پر شکوہ خاندانی پس منظر کے ساتھ تخت پر متمکن ہوا تھا ۲۷۔ اسے علمائے بڑا لگاؤ تھا۔ صاحبِ اقتدار ہونے سے قبل وہ حضرت نظام الدین اویار کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا ۲۸۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے حکم دیا تھا کہ پانچ من سونا اور دس من چاندی حضرت نظام الدین اویار کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے شیخ برہان الدین غسیریج کے ذریعہ فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے ۲۹۔ وہ فارسی جانتا تھا اور اس نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کا معقول انتظام کیا تھا۔ ”بوستان سعدی“

۲۵۔ ڈاکٹر محمد عبدالمنان ”فارسی ادب اور تمدن میں بھینوں کا حصہ“ ص ۳۶۴-۳۶۵

۲۶۔ اس ”خسر و عالی گہر“ کو علی طباطبائی نے ”سکندر ثانی“ بتایا ہے۔ تصنیف مذکور، ص ۱۵۔

۲۷۔ سی ای بازو رتھ۔ ص ۲۰۵، آدم دانش ص ۸۰۔

۲۸۔ فرشتہ، جلد دوم (نوٹکشور) ص ۲۸۴؛ آدم دانش ص ۵۶۔

۲۹۔ ایضاً، جلد دوم (نوٹکشور) ص ۲۷۷۔

شہزادوں کے نصاب میں شامل تھی ۳۰۔ خود عالم نہ تھا لیکن اچھا علم دوست تھا۔ اس کے دربار میں کئی نامور شاعر اور عالم موجود تھے۔ محمد شاہ اول اور مجاہد شاہ بھی اچھے علم دوست حکمران تھے ۳۱۔ مجاہد شاہ ترکی زبان میں روانی کے ساتھ گفتگو کرنے کی قابلیت کے لیے مشہور تھا ۳۲۔ محمد شاہ ثانی کو اس کی رعایا ارسطو کے نام سے پکارتی تھی۔ یہ بڑا عالم اور علم دوست انسان تھا اور علماء کی بڑی قدر کرتا تھا ۳۳۔ اس نے شریعت کو اپنے نظم حکومت کا مدار بنایا تھا ۳۴۔ گزشتہ سلاطین کے مقابلہ میں زیادہ علمی کمالات رکھتا تھا۔ فارسی اور عربی میں اسے اعلیٰ دسترس حاصل تھی اور دونوں زبانوں میں روانی کے ساتھ گفتگو کر سکتا تھا ۳۵۔ علم و ادب کا بڑا سرپرست ثابت ہوا۔ اس نے تعلیم کے فروغ کے لئے اپنی سلطنت کے کئی شہروں گلبرگہ، بیدر، قندھار، اپلچ پور، دولت آباد، جول، دایبل وغیرہ میں مدارس تعمیر کیے اور ان کے اخراجات کے لئے اوقاف قائم کیے ۳۶۔ محمد شاہ ثانی کے بعد فیروز شاہ ایک غیر معمولی شخصیت کا حامل بادشاہ تھا۔ محمد شاہ ثانی نے اس کی بڑی اچھی تربیت کی تھی۔ یہ علامہ فضل اللہ انجو جیسے عالم کا شاگرد تھا ۳۷۔ اور ان سے زمانہ کے تمام علوم متداول کی تحصیل کی تھی۔ مختلف علوم کے ساتھ ساتھ دنیا کی کئی زبانوں سے واقف تھا۔ مشرقی زبانوں کے علاوہ یورپی زبانوں میں بھی گفتگو کر سکتا تھا ۳۸۔ خود شاعر بھی تھا

۳۰۔ ایضاً، جلد سوم (جامعہ عثمانیہ) ص ۱۳۱

۳۱۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۲۸۲، ۲۹۶، رفیع الدین شیرازی "تذکرۃ الملوک" قلمی، ورق ۸، بحوالہ

عبدالمحیط صدیقی "برصغیر میں نظام عدل گسٹری" ص ۱۳۵۔

۳۲۔ فرشتہ، جلد دوم (نوٹکشور) ص ۲۹۲

۳۳۔ رفیع الدین شیرازی "تذکرۃ الملوک" قلمی، ورق ۹ بحوالہ عبدالمحیط صدیقی، ص ۱۳۵۔

۳۴۔ عبدالمبارک خاں ملکاپوری "محبوب التواریخ" ص ۴۲۱

۳۵۔ فرشتہ، جلد دوم، ص ۳۲۸

۳۶۔ ایضاً، ص ۳۲۹-۳۵۰، عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۹۲-۹۳

۳۷۔ ایضاً، "فیروز شاہ بہمنی" ص ۶۴، عبدالمبارک خاں ملکاپوری "تذکرۃ شعرائے دکن" ص ۸۵۶

۳۸۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ اس کے حرم میں عرب، کوندھاق، جارجیا، ترکی، یورپ، چین، افغانستان، راجپوتانہ، بنگال، گجرات، تلنگانہ، جہاز نشین اور دیگر ممالک کی نسلوں سے تعلق رکھنے والی بیویاں تھیں جن سے وہ انہی کی زبان میں گفتگو کر

سکتا تھا۔ جلد دوم (نوٹکشور) ص ۳۴۹-۳۵۰۔ اس نے عربی زبان ان یہودیوں سے سیکھی تھی جو ساحل ملابار پر مدت سے

آباد تھے اور اس زبان میں وہ انجیل پڑھ لیتا تھا۔ ایضاً۔

اور دیوان بھی رکھتا تھا ۳۹ پہلے عروجی تخلص تھا جسے تخت نشینی کے بعد تبدیل کر کے نام کی مناسبت سے فیروزی کر دیا ۴۰ نہ صرف علماء کی صحبت میں رہتا تھا بلکہ خود بھی علوم تفسیر، اصول حکمت طبعی و نظری میں مہارت رکھتا تھا اور ہفتہ میں تین دن پیر، بدھ اور سنچر کو مختلف مضامین کے درس دیتا۔ ریاضی میں ”زاہدی“ اور ”شرح تذکرہ“، علم کلام میں ”شرح مقاصد“، ہندسہ میں ”تحریر اقلیدس“ اور علوم معانی و بیان میں ”مطول ملا سید الدین“ وغیرہ ۴۱۔ ہر چوتھے دن سرکاری فرائض کی ادائیگی سے قبل قرآن حکیم کے سولہ صفحات کی نقل کیا کرتا تھا ۴۲ سید محمد گیسو دراز کا بڑا عقیدت مند تھا جو ان دنوں گلبرگہ میں تھے۔ جب وہ دکن پہنچے تھے تو فیروز شاہ نے علماء و مشائخ اور لشکر شاہی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا تھا ۴۳۔

احمد شاہ دلی بھی فیروز شاہ کے اوصاف رکھتا تھا۔ ایک لائق سلطان اور بڑا عالم تھا ۴۴۔ اس کے دربار میں علماء و ارباب کمال جمع رہتے ۴۵۔ حضرت گیسو دراز کا بڑا معتقد تھا۔ مواضعات اور کثیر الرضی گلبرگہ کے قرب و جوار میں مستقلاً انہیں عطا کر دی اور ان کے لئے ایک بڑی درس گاہ تعمیر کرائی ۴۶۔ اکثر ان سے مشورے بھی لیستار ہوتا تھا ۴۷۔ شاہ نعمت اللہ دلی کرمانی سے خاص عقیدت تھی۔ اس کے نام میں ”دلی“ کا اضافہ اسی عقیدت کی مثال ہے ۴۸۔ ان کے خاندان کے دکن منتقل ہونے پر بڑی آؤ بھگت کی۔ سلطان علاؤ الدین بھی علم و فضل سے شغف رکھتا تھا۔ فارسی میں بڑی مہارت تھی

۳۹۔ عبد الجبار خاں ملکا پوری ”تذکرہ شعرائے دکن“ ص ۸۶۔

۴۰۔ فرشتہ نے اس کے چند اشارات نقل کئے ہیں: جلد دوم (نو لکھنور) ص ۳۷۰۔

۴۱۔ فرشتہ، جلد اول (نو لکھنور) ص ۳۰۸۔

۴۲۔ رفیع الدین شیرازی ”تذکرۃ الملوک“ قلمی، ورق ۹ بحوالہ عبد الحفیظ صدیقی۔ ص ۱۳۸، رفیع الدین شیرازی

نے حاجی محمد قندہاری کی روایت نقل کی ہے۔

۴۳۔ علی طباطبائی، ص ۴۳-۴۴، آدم دانش، ص ۱۸۰، عبد المجید صدیقی ”بہمنی سلطنت“ ص ۹۹

۴۴۔ علی طباطبائی، ص ۴۲-۴۳

۴۵۔ ایضاً، ص ۴۳

۴۶۔ فرشتہ، جلد دوم ص ۳۹۸، آدم دانش ص ۱۸۰۔

۴۷۔ ایضاً، ص ۱۹۰، ۱۹۷

۴۸۔ جے این ہولسٹر ”Shia of India.“ ص ۱۰۸

اور دوسرے علوم بھی خوب جانتا تھا۔ کبھی کبھی جمعہ اور عیدین میں جامع مسجد میں خطبہ پڑھتا تھا ۴۹۔
 بہاؤ شاہ اپنے ظلم و جور کے سبب سلطنت کا بدنام بادشاہ ہے۔ مگر اس کے زمانہ میں بھی علم کی
 ترقی جاری رہی ۵۰۔ محمد شاہ ثانی ہی فیروز شاہ کے بعد سلطنت کا علم دوست، ذی علم اور
 شائستہ بادشاہ تھا ۵۱۔ اس عہد کا قابل ذکر واقعہ محمود گادواں کی علمیت اور علم پروری ہے۔
 اس کے تدبیر اور فراست کے سبب سلطنت کو استحکام اور وسعت حاصل ہوئی۔ وہ خانہ جنگیوں
 اور درباری سازشوں کی وجہ سے اپنی پوری قابلیت نہ دکھا سکا اور آخراً قتل کی سازش
 کا شکار ہوا ۵۲۔ وہ خود ایک بڑا عالم، ادیب اور شاعر تھا۔ ”مناظر الانشاء“ اور ”ریاض الانشاء“ اس
 کی نثری تصانیف ہیں۔ اول الذکر میں فن انشاء سے بحث کی گئی ہے اور آخر الذکر خطوط کا
 مجموعہ ہے جو عموماً عزیزوں، دوستوں اور حکمرانوں کے نام ہیں۔ وہ ہر سال متعدد تحائف غیر ممالک
 کے علماء کو بھیجتا رہتا تھا۔ جن کے صلہ میں ان ممالک کے بادشاہ اسے اعزازات سے نوازتے
 تھے ۵۳۔ علماء کے ساتھ محمود گادواں کا سلوک نہایت عقیدت مندانہ تھا ۵۴۔ اہل علم پر اس کی
 فیاضیاں اتنی عام تھیں کہ مشکل کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہوگا جہاں کے علماء اس کی فیاضی سے محروم
 ہوں گے۔ رفاہ عام کے لئے اس نے دکن میں کئی عمارتیں تعمیر کرائیں، اپنے صرف خالص سے بیدر
 میں ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا تھا ۵۵۔ اس مدرسہ کے کتب خانہ میں پینتیس ہزار کتابیں تھیں
 جن سے طلبہ فائدہ اٹھاتے تھے ۵۶۔

۴۹۔ فرشتہ، جلد سوم (جامعہ عثمانیہ) ص ۱۸۰

۵۰۔ نصیر الدین ہاشمی ”دکنی کلچر“ ص ۴۲-۴۵

۵۱۔ علی بلال، ص ۱۰۷، فرشتہ جلد دوم (نو لکھنور) ص ۴۷

۵۲۔ قتل کی تفصیلات، اسباب و محرکات کے لئے عبدالمجید صدیقی ”بہمنی سلطنت“ ص ۱۵۲-۱۵۴؛
 بارون خان شیروانی ”متعلقہ باب۔“

۵۳۔ فرشتہ جلد دوم (نو لکھنور) ص ۵۱

۵۴۔ اس کا اظہار اس کے خطوط سے بخوبی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ”ریاض الانشاء“ ص ۱۲۲، ۱۵۲

۱۷۹، ۲۰۸، ۲۲۷، ۳۰۱ وغیرہ

۵۵۔ فرشتہ، جلد دوم (نو لکھنور) ص ۵۱

۵۶۔ مرتضیٰ حسین ”حقیقۃ الاقالمیم“ بحوالہ محمد اسحاق
 "India's Contribution to Medith Literature." ص ۹۱

مخودگاہوں نے بہمنی سلطنت کو آخری ایام میں سنبھالے رکھا۔ اس کے قتل کے بعد سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس سلطنت نے اپنی تقریباً دو صدی کی مدت میں غیر ممالک سے آنے والے علموں اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ آنے والوں کی زیادہ تر تعداد ایران اور ماوراء النہر سے تعلق رکھتی تھی۔ ان میں سے بہت سے مغلوں کے غول آشاں حملوں کے سبب دکن کے پُر امن ماحول میں آکر پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے اور کچھ علمی سرپرستی کی تلاش میں اور کچھ بہمنی سلاطین کی دعوت پر دکن میں آکر مقیم ہو گئے۔ یہ اپنے ساتھ فارسی زبان اور ادب اور ایران کی تہذیبی و تمدنی روایات کو لے کر آئے تھے۔ یہاں کے سلاطین بھی فارسی زبان و ادب کا ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد دکن کے عہد وسطیٰ کی زندگی، ایرانی تہذیب و تمدن میں رچی بسی نظر آتی ہے۔

سلطنت بہمنیہ اور ایران کے سیاسی روابط

ایران اور دکن کے سیاسی تعلقات علمی اور تمدنی روابط کے لئے بڑے مددگار ہیں۔ سلاطین کا بھکاؤ ایران کی جانب فطری امر نظر آتا ہے؛ اس لیے کہ خود بانی سلطنت حسن بہمن شاہ ایرانی النسل تھا اور افغانستان کے راستے ہندوستان میں آیا تھا ۵۷ھ۔ وہ ہزبر الدین علائی کا بھتیجا تھا جو ترکی کی سرحد پر قتل ہوا تھا۔ اس وقت حسن کی عمر چھ برس تھی ۵۸ھ۔ مورخین نے حسن بہمن شاہ کو بہمن بن اسفندیار کی اولاد سے منسوب کیا ہے ۵۹ھ۔ تخت نشین ہونے کے بعد

۵۷۔ فی ڈبلیو بیل، ص ۹۷

۵۸۔ شیروانی "Bahaminis of Deccan" ص ۴۹

۵۹۔ جیسے علی طباطبائی، ص ۱۱، عصامی، ص ۵۲۵

برسیرت مسریدون و بہمن بنام شدہ کنیش ابوالمظفر بنام

شیخ محمد بیگ نقشبندی برہانپوری، تصنیف مذکور، ص ۸۶۔ اس کی تائید "تختہ السلاطین" از ملا محمد بیگ،

"بہمن نامہ" از حاجی محمد قندھاری اور "سراج التواریخ" میں مذکور ہے۔ بحوالہ سید سلیمان ندوی

"مقالات سلیمان" جلد اول، ص ۳۳۹۔ نیز یہی رائے نظام الدین احمد نے "بطقات اکبری" میں،

احمد امین رازی نے "ہفت اقلیم" میں اور رفیع الدین شیرازی نے "مذکرۃ الملک" میں بیان کیا ہے

اس نے اپنا یہ نام اختیار کیا تھا۔

"سکندر ثانی بین الخلافت ناصر امیر المؤمنین السلطان الاعظم علاؤ الدین والدین ابوالمظفر

بہمن شاہ السلطان" ۶۰۔

اور عرف عام میں اسے "ظفر خاں علاؤ الدین حسن گنگو بہمن شاہ" کہا گیا۔ ایک عام خیال کے مطابق حسن بہمن شاہ جب تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے نام کے ساتھ "گنگو بہمن" اس عقیدت کے طور پر اختیار کیا تھا جو اسے "گنگو برہمن" نجومی سے تھی جس کے ساتھ اس نے اپنی نوجوانی کا کافی وقت گزارا تھا۔ ۶۲۔ بعض مؤرخین نے "گنگو" کی اصل "کیکویہ" قرار دی ہے۔ ۶۳۔ اور بعض نے اس لفظ کی یہ تعبیر کی ہے کہ یہ "کیکاؤس" کی تبدیل شدہ شکل ہے جو حسن کے والد کا نام ہو سکتا ہے۔ ۶۴۔ بعض نے "گنگو" کو "کنکو" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ۶۵۔ بہر حال یہ امر قرین قیاس ہے کہ لفظ "کیکویہ" حسن کو کیکویہ خاندان سے متعلق کرتا ہے، جو اصفہان اور ہمدان پر حکومت کرتا رہا۔ ۶۶۔ اس طرح اسے ورثہ میں اس عظیم الشان سلطنت کی روایات

(پچھلے صفحہ سے آگے) بحوالہ اشوری پرشاد "Mediaeval India" ص ۳۶۸۔ مزید تفصیلات کے لئے

ادتر کار اور کھر "The Origin of Gango Bahamani" ص ۲۰۴، شیردانی

"Landmarks of Bahaminis of Deccan" ص ۴۹-۵۰، علی اصغر بلگرامی

"Deccan" ص ۱۹۱، سہیل۔ "تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ" ص ۶۰۔

۶۰۔ یہ عبارت باغ عامر، حیدر آباد دکن کے عجائب خانہ میں ایک کتبہ پر کندہ ہے۔ بحوالہ سید سلیمان ندوی

"مقالات سلیمان" جلد اول، ص ۳۳۸۔ اور یہی نام دلقب اسی زمانہ میں کتبات مسجد گلبرگہ میں، جو

۷۵۴ھ میں تعمیر ہوئی، اور اس بادشاہ کے سکوں پر بھی ملتا ہے۔ محمد عبداللہ چغتائی، مقدمہ "تاریخ منظوم

سلاطین بہمنیہ" ص ۵، ونیز تفصیلات کے لئے ص، د-و۔

۶۱۔ جیسے علی طباطبائی، ص ۱۱، فرشتہ جلد اول (توکشور) ص ۴۲۵

۶۲۔ ایضاً ص ۲۷۴۔ اس سلسلہ میں فرشتہ نے ایک ناقابل یقین کہانی بھی تشکیل دی ہے،

ایضاً ص ۲۷۳-۲۷۴۔

۶۳۔ عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۴۴۔

۶۴۔ شیردانی "Bahaminis of Deccan" ص ۴۴۔

۶۵۔ ادتر کار اور کھر، ص ۲۰۴۔

۶۶۔ عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۴۴۔

ملی تھیں جو بہمن اور اسفندیار اور ان کے تعلق سے بہمن گور کے ماتحت تھی۔ چنانچہ حسن نے جس نام کو اختیار کیا تھا وہ ایران سے اس کی نسبت کو ظاہر کرتا ہے ۶۷۔

قیام سلطنت کے بعد اس نئی سلطنت کا مؤثر طبقہ بھی ملک سیف الدین غوری اور امیر جدیدہ جیسے افسر ادھر پر مشتمل تھا جو ایران اور ماوراء النہر اور افغانستان سے آئے تھے اور اس طرح سلطنت دہلی کے مقابلہ میں سلطنت بہمنیہ کا حاوی رجحان ایرانی اثر و رسوخ سے متاثر رہا ۶۸۔ نو دارین کا یہ طبقہ جو سیاہوں، فوجیوں، تاجروں اور عالموں پر مشتمل تھا اور جو ایران، افغانستان، وسط ایشیا، عرب اور ترکی سے آرہے تھے، سلطنت کی کل تاریخ میں روز افزوں با اثر اور مضبوط ہوتا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک سے اس سلطنت کے روابط کا ایک بڑا سبب اس کی کھلی بندرگاہیں تھیں جن سے بڑے پیمانہ پر جنگی گھوڑوں اور جواہرات کی تجارت ہوتی رہتی تھی۔ سلطنت بہمنیہ کو اپنے ابتدائی زمانہ میں فوجی استحکام کی شدید ضرورت تھی۔ جنگی گھوڑوں کی افزائش نسل کے لئے وہاں کی آب و ہوا مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ ایران اور عرب سے درآمد کرنے پڑتے تھے ۶۹۔ حسن بہمن شاہ کو اپنی سلطنت کی آزادی اور اس کے استحکام کے لئے ایک وفادار فوج کی بھی ضرورت تھی جو سلطنت دہلی سے کوئی قلبی وابستگی نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ اس نے فوجی اور سیاسی حکمت عملی کے تحت ایران اور وسط ایشیا کے افراد کو زیادہ سے زیادہ فوج اور سرکاری ملازمت میں جگہ دی ۷۰۔ اسماعیل مخ کو امیر الامار منتخب کیا گیا۔ ملک سیف الدین غوری وزیر اعظم بنایا گیا۔ حسام الدین، سکندر خاں باریک اور رضی الدین جگاجوت معتمد بنے ۷۱۔

۶۷۔ حال کے محققین میں بید سیلمان ندودی نے حسن بہمن شاہ کو ہندی الاصل اور ہندوی النسل خیال کیا ہے لیکن اپنے پیش کردہ دلائل کی روشنی میں وہ خود بھی کسی حتمی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے "مقالات سلیمان" جلد اول، ص ۳۳۷-۳۴۲۔

۶۸۔ آدم دالسن، ص ۸۱۔

۶۹۔ ایضاً ص ۸۲۔

۷۰۔ ہولسٹر ص ۱۰۴، بازور تھ ص ۲۰۶۔

۷۱۔ عبد المجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۶۶۔

سید احمد غزنوی مفتی اور صدر الشریف سمرقندی اپنا خاص اثر رکھتے تھے ۷۲ء سیف الدین غوری کا ایک کارنامہ سلطنت کی دستور سازی ہے۔ بہمنی سلطنت کے نظم و نسق پر اس کی ایک کتاب "نصائح الملوک" بھی ہے ۷۳ء۔

حسن بہمن شاہ کے وارثوں نے ایران سے تعلقات کی یہ نسبت برقرار رکھی۔ محمد شاہ ثانی نے مولانا محمد بن ابوالمحمد شہیدی کو جو نامور افاضل سے تھے، وکیل مالیات مقرر کیا تھا ۷۴ء ایرانیوں سے بحیثیت مجموعی اس کے بڑے تیزی روباظر ہے۔ ملک سیف الدین غوری اس کا بھی وزیر اعظم تھا ۷۵ء ملک غوری کو دوسرے سلاطین کے زمانہ میں بھی خاصا اہم سیاسی مرتبہ حاصل رہا سلطنت بہمنیہ کے پانچ حکمرانوں کا مقرب تھا اور سلطنت کو مستحکم کرنے میں سرگرم حصہ لیا ۷۶ء محمد شاہ اول نے اس کی لڑکی سے شادی کر لی تھی جس کے بطن سے علاؤ الدین مجاہد پیدا ہوا ۷۷ء محمد شاہ ثانی نے علامہ فضل الدین بخو کو سلطنت کا صدر جہاں بنایا تھا ۷۸ء غیاث الدین بہمنی نے اپنی مختصر مدت حکومت میں ترک افسران کو نکال کر ان کی جگہ ایرانیوں کو شامل کیا تھا ۷۹ء اس نے ملک غوری کی جگہ مولانا احمد بن ابوالحمد قزوینی کو، جو اسی عہد میں دکن پہنچے تھے، وکالت مطلقہ پر فائز کیا تھا ۸۰ء امیر غیاث الدین شیرازی اسی کے حکم سے مفتی مقرر ہوئے ۸۱ء جو فیروز شاہ بہمنی کے عہد میں بھی برقرار رہے ۸۲ء مولانا لطف الدین سبزواری بھی فیروز شاہ کے دور میں گلبرگہ میں

۷۲۔ عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۷۹۔

۷۳۔ ایضاً ص ۷۵۔

۷۴۔ سید عبدالحی "نزہۃ الخواطر" جلد سوم، اردو ترجمہ، ص ۱۷۸۔

۷۵۔ فرشتہ جلد اول (نوٹکشور) ص ۴۷۵۔

۷۶۔ شیروانی "Bahaminis of Deccan." ص ۱۱۸۔

۷۷۔ ایضاً ص ۱۱۷-۱۱۸۔

۷۸۔ فرشتہ جلد اول (نوٹکشور) ص ۳۰۳، عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۹۲۔

۷۹۔ شیروانی "Bahaminis of Deccan." ص ۱۲۸۔

۸۰۔ سید عبدالحی، جلد سوم ص ۴۵۔

۸۱۔ ایضاً، ص ۱۱۴۔

۸۲۔ ایضاً، ص ۱۴۴۔

نائب السلطنت تھے ۸۳ھ فیروز شاہ نے گلبرگہ ہی میں مولانا تقی الدین شیرازی کو وزیر مالیات مقرر کیا تھا ۸۴ھ یہی طرز حکومت احمد شاہ دلی کا بھی رہا۔ اس نے عراق، ترکی، عرب، خراسان اور ایران سے تین ہزار افراد کو سرکاری امور کے لئے بلایا تھا۔ ان میں خواجہ حسن اردستانی بھی تھے جنہیں اس نے شہزادوں کی تربیت کے لئے مقرر کیا تھا ۸۵ھ۔ وجے نگر کے خلاف ایک محاذ میں احمد شاہ کو سید حسن بدخشی، میر فضل اللہ، میر علی سیستانی اور عبداللہ کرد کا تعاون حاصل تھا ۸۶ھ۔ اس کے دور میں مولانا احمد بن ابوالاحد ستروینی وکالت عظمیٰ پر فائز رہے ۸۷ھ۔ ہمایوں شاہ نے خواجہ نجم الدین محمود گیلانی کو، جو ایک ممتاز قانون دان اور دانشور تھے، اپنا وزیر اعلیٰ بنایا تھا ۸۸ھ۔ محمود گاداں، علاؤ الدین بہمنی کے دور میں بیدر پہنچا تھا۔ اس نے داپسی کا ارادہ ترک کر کے حکومت کے امور میں شرکت اختیار کر لی۔ پہلے ہزاری کا منصب عطا ہوا۔ پھر تلنگانہ کی بغاوت فرو کرنے پر مامور ہوا ۸۹ھ۔ جیسے جیسے مواقع ملتے رہے، محمود گاداں نے بہت سے علاقے فتح کیے۔ کچھ عرصہ کے لئے وہ بیجاپور کی ”طرف“ کا ”طرف دار“ بھی مقرر ہوا۔ اور پھر جمعیتہ الملک، وزیر کل، صدر جہاں بھی بن گیا۔ اپنے تدبیر اور فراست سے اس نے جو کام کئے وہ سلطنت بہمنیہ کے لئے ایک یادگار ہیں۔

ایران کے علاوہ ترکی، مصر اور عراق میں بھی ان سلاطین کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپس میں سفارتوں کا تبادلہ بھی عمل میں آتا رہتا تھا۔ حسن بہمن شاہ کی اوزن حسن اور حسین بن منصور بن بایقرہ سے مراسلت تھی ۹۰ھ۔ جب امیر تیمور گورگاں کے ہندوستان پر حملہ کرنے کی خبر مشہور ہوئی

۸۳۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۸۴۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۸۵۔ شیردانی، "Bahaminis of Deccan." ص ۱۹۲

۸۶۔ ایضاً و نیز آدم دانش، تصنیف مذکور وجے نگر کے متعلق سے خاص تاریخ ہے۔ بہمنی حکمرانوں کے ساتھ ایرانی فنیوں کے نام جا بجا نظر آتے ہیں۔

۸۷۔ سید عبدالحی، جلد سوم، ص ۲۵

۸۸۔ علی طباطبائی، ص ۸۹

۸۹۔ شیردانی، "Studies in Political Thought and

Administration." ص ۱۹۹-۲۰۰

۹۰۔ ای جی رائون، "تاریخ ادبیات ایران" جلد سوم، اردو ترجمہ، ص ۵۵۷

توفیر و زشاہ بہمنی نے لطف اللہ سبزواری کو جو گلبرگہ میں نائب السلطنت تھے، تیمور کے پاس سفارت دے کر بھیجا تھا۔ سفارت میں ان کے ساتھ وزیر مالیات گلبرگہ مولانا محمد تقی الدین شیرازی بھی تھے وہ چھ ماہ تک تیمور کے پاس رہے اور سفارت میں کامیاب ہو کر واپس لوٹے۔ ۹۱۔ تیمور نے فیروز شاہ کو ”فرزند خیر خواہ“ کے خطاب سے موسوم کیا تھا ۹۲۔ اور اس سے خوش ہو کر گجرات، دکن اور مالوہ کی ”سلطنت عطا کی“ اور ایک فرمان فیروز شاہ کے لئے بھیجا ۹۳۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ سفارت بھیجنے کا پہلا موقع تھا۔ پہلے پہل بہمنیوں ہی نے عثمانیوں کے پاس بھی سفارت بھیجی تھی ۹۴۔ محمد شاہ سوم نے عثمانی خلیفہ دوم کو ایک سفارت بھیجی تھی۔ بعد میں محمود شاہ نے بھی ایک سفیر بایزید دوم کے پاس بھیجا تھا ۹۵۔ محمود گاداں کے دور میں سلطنت کے سفارتی تعلقات ایران کے علاوہ مصر اور ترکی سے بھی ہو گئے تھے ۹۶۔ سلطان ابوسعید گورگاں اور سلطان محمد مراد بک سے محمود گاداں کی راست مراسلت تھی اور قاصداور پیام آتے جاتے رہتے تھے ۹۷۔ محمود گاداں بحیثیت وزیر بہمن سلاطین کی جانب سے مختلف ممالک کے سلاطین کو مراسلے بھیجتا تھا ۹۸۔

دیگر ممالک خصوصاً ایران سے سلاطین کے مذکورہ تعلقات فتریبی اور مستقل رہے۔ غیر ملکیوں بالخصوص فوجیوں، عاملوں، ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی نے دور دور

۹۱۔ سید عبدالحی، جلد سوم، ص ۱۵۷

۹۲۔ فرشتہ جلد اول، ص ۴۸۲-۴۸۳

۹۳۔ عبد الجبار خاں ملکا پوری ”محبوب التواریخ“ ص ۸۵۹

۹۴۔ عزیز احمد ”Studies in Islamic Culture in Indian

Environment.“ ص ۴۸، بلاذری ص ۲۰۶

۹۵۔ عزیز احمد ص ۴۸

۹۶۔ ”ریاض الانشا“ میں شاہ گیلانی، وزیر گیلان اور دیگر عمائدین گیلان کے نام خطوط ہیں: ص ۴۴، ۴۷

۹۷۔ دغیرہ

۹۸۔ ایضاً، ص ۲۷، ۳۳، ۲۰۱، ۳۹۱

۹۸۔ ایضاً، ص ۹۳، ۹۹، ۱۱۳، ۱۸۹، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۵۳، ۲۶۱، ۲۶۲، ۳۳۸

۳۹۱، ۳۸۷

کے ملکوں سے انہیں دکن آنے کی ترغیب دی۔ ان آنے والوں کی اپنی تہذیب اور روایات تھیں۔ انہوں نے یہاں آکر اثر اندازی اور اثر پذیری کے عمل کو ایک نئی شکل دی۔ ایران اور دکن کے سیاسی روابط نے ان دونوں ملکوں کے درمیان علمی اور تمدنی تعلقات کا ایک نیا باب شروع کر دیا۔

علمی روابط

حسن بہمن شاہ کے زمانہ ہی میں ایران سے علمی روابط شروع ہو چکے تھے خود اس کے دربار میں کئی علماء اور شعراء موجود تھے جن میں سے بیشتر ایران سے آئے تھے۔ مولانا لطف اللہ، ملا حکیم عظیم الدین تبریزی، حکیم نصیر الدین شیرازی، مولانا شریف سمرقندی، رضی الدین جگاجوت، شیخ زین الدین بغدادی جیسے علماء ایران سے تعلق رکھتے تھے ۹۹ھ، شیخ برہان الدین غریب حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے جو ان کے وصال کے بعد بہمن شاہ کے زمانہ میں اپنے سات سو مریدوں کے ہمراہ دولت آباد منتقل ہو گئے تھے۔ ان میں حضرت امیر حسن سجری، شیخ کمال جندی، شیخ جام اور شیخ فخر الدین وغیرہ بھی تھے۔ حضرت کا کا سعد بخت شیرازی، مفتی سید احمد بن ابوالاحمد غزنوی، حضرت رکن الدین کاشانی اور حامد کاشانی بھی اسی وقت ایران سے پہنچے تھے ۱۰۰ھ بہمن شاہ نے شیخ برہان الدین غریب کے خلیفہ شیخ زین الدین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی جو شیراز سے دکن آئے تھے اور پھر دکن میں مقیم ہو گئے تھے ۱۰۱ھ بہمن شاہ حضرت شیخ سراج الدین حبیبی کا بھی معتقد تھا ۱۰۲ھ حسن کو شیخ جنیدی ہی نے سلطان قطب الدین کی مسجد میں تخت نشین کیا تھا ۱۰۴ھ شیخ عین الدین گنج العلم بھی اس دور میں دولت آباد

۹۹۔ عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۷۳

۱۰۰۔ صباح الدین عبدالرحمن "بزم صوفیہ" ص ۲۸۳۔

۱۰۱۔ ایضاً، ص ۲۹۰، سید احمد غزنوی کے بیٹے: عبدالحی جلد دوم ص ۱۱۳۔

۱۰۲۔ عصائی، ص ۵۲۶۔

۱۰۳۔ محمد ظہیر الدین "احمد شاہ ولی بہمنی" ص ۸-۱۰، عبدالمجید صدیقی "Sheikh Sirajuddin Junaidi" ص ۲۳۸، سید اسد اللہ "تاریخ مختار الاخیار" ص ۱۳۔

۱۰۴۔ علی طباطبائی، سید اسد اللہ، ص ۱۳، عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۶۵-۶۶۔

میں مقیم تھے وہ شیخ جنیدی کے بلاد نسبتی و نیز برادر طریقت بھی تھے۔ نبأ حضرت جنید بغدادی کی اولاد سے تھے۔ ان کے اجداد افغانستان میں فرشور سے آئے تھے۔ گنج العلم دہلی میں پیدا ہوئے اور حصول تعلیم کے بعد محمد تعلق کے زمانہ میں دولت آباد آئے۔ انہوں نے ابتدائی پانچ سلاطین بھنیہ کا زمانہ دیکھا۔^{۱۰۵} ”فتوح السلاطین“ کا شاعر مورخ عصامی بھی سلطان محمد تعلق سے ناراض ہو کر بھنی دربار میں آگیا تھا لہٰذا اس نے حسن شاہ کی سرپرستی میں ایک مبسوط تاریخ نظم میں ”فتوح السلاطین“ شاہنامہ فردوسی کے طرز پر لکھی۔ یہ تاریخ محمود غزنوی سے شروع ہو کر بھنی شاہ پر ختم ہوتی ہے۔

محمد شاہ ثانی علم دوست مشہور ہے۔ عرب اور ایران کے بہت سے شعرا اور علماء اس کے دربار میں اس کی فیاضیوں سے بہرہ مند ہوتے رہے علاوہ عربی، فارسی و دانی سے بولتا تھا۔ خوش نویس تھا اور شاعری سے بھی شغف رکھتا تھا لہٰذا شیخ زین الدین شیرازی کے ہاتھ پر اپنے اعمال قبیحہ سے توبہ کی تھی^{۱۰۹} علماء کا بڑا قدردان تھا۔ شیخ سراج الدین جنیدی کی دعائیں پڑھتا رہتا تھا^{۱۱۰} اس کے عہد میں مولانا احمد بن ابوالاحد قرظی و سینی اور مولانا محمد بن ابوالمحمد مشہدی مشہور اکابرین میں تھے^{۱۱۱} علامہ فضل اللہ انجو جیسے صاحب علم اور نامور عالم، ابو سعد الدین تنہا زانی کے شاگرد تھے^{۱۱۲}، محمد شاہ ثانی ہی کے عہد میں شیراز سے دکن آئے۔ ان کے علم و فضل کی بادشاہ نے بڑی قدر کی۔ انہوں نے محمد شاہ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس کے انعام میں ان کو ایک ہزار اشرفیاں دی گئیں۔ ان کی شاعرانہ خوبیوں کی وجہ سے انہیں دیگر انعامات بھی ملتے رہے اور خلعتوں سے نوازا گیا۔

۱۰۵۔ سخاوت مرزا ”آر و دکن میں“ ص ۳۲۴

۱۰۶۔ ”فتوح السلاطین“ مرتبہ یوش، ص ۴۱۸-۴۲۱، پی ہارڈی "Historians of Mediaeval India"۔

۱۰۷۔ "val India." ص ۱۰۸، ۱۰۹۔

۱۰۸۔ فرشتہ جلد دوم، ص ۳۲۸

۱۰۸۔ عبد المجید صدیقی ”بھنی سلطنت“ ص ۹۰

۱۰۹۔ فرشتہ جلد اول، ص ۲۹۴-۲۹۵، عبد المجید صدیقی ”بھنی سلطنت“ ص ۸۳-۸۴

۱۱۰۔ شیر دانی "Bahaminis of Deccan" ص ۱۰۱، عبد المجید صدیقی ”بھنی سلطنت“

ص ۹۳

۱۱۱۔ سید عبد الحمید جلد سوم ص ۱۴۸، ۱۴۹

۱۱۲۔ فرشتہ جلد اول، ص ۱۳۰

جب وہ اپنے وطن واپس گئے تو ان کے پاس کثیر سرمایہ اور تحائف تھے ۱۱۳ھ علامہ فضل اللہ انجو کی وجہ سے کئی اور علماء دکن میں جمع ہو گئے تھے۔ شعراء کی خوب قدر دانی ہونے لگی۔ میر فضل اللہ انجو اور مولانا محمد ابو محمد شہدی کے ذریعہ حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی گئی ۱۱۴ھ حافظ کی شخصیت بحیثیت شاعر ہندوستان میں بہت مقبول تھی سلطنت بہمنیہ میں فارسی کے فروغ نے اسے زیادہ مشہور کر دیا تھا۔ لوگ اس کے کلام کے اس قدر دیوانے ہوئے کہ محض اس کے کلام کو سمجھنے کے لئے فارسی سیکھنے لگے ۱۱۵ھ خواجہ زین العابدین بھدانی اور خواجہ محمود گارڈنی، جو خود بھی دکن آنے کا ارادہ رکھتے تھے، خواجہ حافظ کے مسارف راہ کے کفیل ہوئے ۱۱۶ھ لیکن حافظ سمندر کے سفر سے خائف ہوئے اور دکن آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ محمد شاہ اور فضل اللہ انجو کی دعوت اور عطیات کے شکریہ میں ایک غزل ارسال کر دی۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

دے باغم بسر بردن، بہان یکسر نمی ارزد
بہ می بفروش دل قما، کزین بہتر نمی ارزد ۱۱۶ھ

اس غزل کے عطیہ پر محمد شاہ نے ملا قاسم شہدی کے ذریعہ متعدد سیش بہا تحائف حافظ

۱۱۳۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۲۴۷

۱۱۴۔ تفصیلات کے لئے ایضاً جلد اول ص ۴۶۶-۴۶۷۔ مولانا محمد بن ابو محمد شہدی کے تعلق سے،

سید عبدالحی، جلد سوم، ص ۱۶۸

۱۱۵۔ سبحان، جان اسے "Sufism, Its Saints and Shrines." ص ۴۳

۱۱۶۔ براؤن، ص ۴۰۷

۱۱۷۔ فرشتہ نے یہ غزل مکمل درج کی ہے، جلد اول (نوٹکشور) ص ۴۶۶۔ براؤن نے شبلی کی بیان کردہ اس حکایت کی تردید کی ہے کہ ایک اور سلطان غیاث الدین ابن سلطان سکندر شاہ، بنگالہ نے بھی حافظ کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی اور حافظ نے جواب میں اس کو بھی غزل لکھ کر بھیجی تھی۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

ساقی حدیث سرود گل دلالہ میرود

دین بحث با ثلثہ غسالہ می رود

شعر العجم، جلد دوم، ص ۱۷۰۔ براؤن کا خیال ہے کہ اس حکایت میں دعوت دینے والا سلطان وہی ہے جو پہلی روایت میں بیان ہوا ہے۔ ص ۴۰۸-۴۰۹۔ ویسے حافظ کا ایک بیٹا شاہ نعمان ہندوستان آیا تھا اور بہان پور میں فوت ہوا۔ غلام علی آزاد بلگرامی "خزانہ عامرہ" ص ۱۸۱

کی خدمت میں بھیجے ۱۱۸ھ۔

فیروز شاہ بہمنی میر فضل اللہ انجو کا شاگرد تھا ۱۱۹ھ۔ حضرت شیخ زین الدین شیرازی اسے
پند و نصائح کرتے تھے ۱۲۰ھ میں اعلیٰ قابلیت رکھتا تھا۔ فارسی کا زبردست عالم اور شاعر تھا۔
اس کی حکم و فن کی سرپرستی کی وجہ سے ایران اور عرب سے ارباب کمال اس کے دربار میں آتے
رہتے تھے۔ یہ اس کا بے مثال علمی ذوق تھا کہ اس کے جہاز گوا اور چول کی بندرگاہوں سے مختلف
ممالک بھیجے جاتے تھے تاکہ علماء اور فضلاء کو لاسکیں ۱۲۱ھ ایران سے مولانا لطف الدین سبزواری،
حکیم حسن گیلانی اور سید محمود گارونی کو بلایا تھا ۱۲۲ھ اس کی نظر میں امیر غیاث الدین شیرازی اور
مولانا تقی الدین شیرازی کی بڑی قدر و منزلت تھی ۱۲۳ھ یہ علماء مختلف سرکاری امور کی انجام دہی
پر مامور ہوئے۔ اس نے حکیم حسن گیلانی اور سید محمود گارونی کو حکم دیا تھا کہ دولت آباد کے
قریب ایک درے کی چوٹی پر ایک رصد گاہ تعمیر کریں یہ علماء اس علم میں امتیاز رکھتے تھے لیکن
بعض اسباب کی وجہ سے جن میں حکیم حسن گیلانی کی وفات بھی شامل ہے، یہ رصد گاہ مکمل
نہ ہو سکی ۱۲۴ھ۔

احمد شاہ ولی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل تھا۔ علامہ فضل اللہ انجو سے مستفیض اور حضرت
گیسودراز کا بڑا معتقد تھا ۱۲۵ھ۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے نامور علماء جمع تھے۔ مولانا احمد بن
ابو احمد قرظینی وکالت عظمیٰ پر حسب سابق برقرار رہے شیخ ابوالقاسم جزجانی اسی عہد میں

۱۱۸۔ فرشتہ، جلد اول (نوٹکشور) ص ۴۶۶

۱۱۹۔ عبد المجید صدیقی "فیروز شاہ بہمنی" ص ۶۴

۱۲۰۔ فرشتہ، جلد اول (نوٹکشور) ص ۲۹۴۔

۱۲۱۔ ایضاً، جلد دوم۔ ص ۳۶۶

۱۲۲۔ شیردانی "Bahaminis of Deccan." ص ۱۴۸

۱۲۳۔ سید عبدالحی، جلد سوم، ص ۱۴۴، ۱۹۲۔

۱۲۴۔ فرشتہ، جلد اول (نوٹکشور) ص ۳۱۶، سید سلیمان ندوی "مقالات سلیمان"

جلد دوم، ص ۲۶۲-۲۶۳

۱۲۵۔ علی طباطبائی، ص ۵۴؛ عبد المجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۱۰۸۔

ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے دکن کو اپنا وطن ثانی بنالیا تھا اور امرار میں انہیں اچھا اثر و رسوخ حاصل ہو گیا تھا ۱۲۶ھ۔ مولانا شمس الدین کرمانی نے بھی اسی عہد میں بیدر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس کے عہد میں شاہ نعمت اللہ دلی کرمانی کے کشف و کرامات کا بڑا شہرہ تھا۔ احمد شاہ نے اس شہرت کو سن کر ان کی خدمت میں شیخ حبیب اللہ جنیدی کو، جو ان کے خاندان کے مریدوں میں تھے ۱۲۸ھ، میر شمس الدین قمی کے ہمراہ وکیل بنا کر روانہ کیا اور ان کے ذریعہ سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شاہ صاحب نے ملا قطب الدین کرمانی کو، جو ان کے مرید تھے، اپنے مکتوب کے ساتھ احمد شاہ کے پاس بھیجا۔ جس میں احمد شاہ کو — ”اعظم الشہاں شہاب الدین احمد شاہ دلی“ مخاطب کیا۔ اس وقت سے احمد شاہ نے اپنے نام کے ساتھ ”دلی“ کا اضافہ کیا اور حکم دیا کہ آئندہ سے خطبوں اور فرامین میں یہی نام استعمال کیا جائے ۱۲۹ھ پھر خواجہ جمال الدین سمنانی اور مولانا سیف اللہ حسن آبادی کو شاہ صاحب کے پاس بھیج کر درخواست کی کہ اپنی اولاد میں سے کسی کو دکن روانہ فرمائیں اور عوام کو فیض روحانی بخشیں ۱۳۰ھ۔ شاہ صاحب کے صرف ایک فرزند شاہ خلیل اللہ تھے جن کی جدائی انہوں نے گوارانہ کی اور اپنے پوتے شاہ نور اللہ کو روانہ کیا ۱۳۱ھ جب وہ احمد آباد بیدر کے قریب پہنچے تو احمد شاہ نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور جس جگہ ملاقات ہوئی تھی، قریہ اور مسجد تعمیر کر کے اس جگہ کا نام نعمت آباد رکھا ۱۳۲ھ۔ شاہ نور اللہ کو ملک المشائخ کا خطاب دے کر اپنی لڑکی ان سے بیاہ دی۔ انہیں حضرت گیسو درازؒ اور ان کی اولاد پر فوقیت دی ۱۳۳ھ۔

۱۲۶۔ سید عبدالحی جلد سوم، ص ۳۶۔

۱۲۷۔ ایضاً، ص ۱۲۰۔

۱۲۸۔ فرشتہ جلد اول، ص ۵۰۸۔

۱۲۹۔ ایضاً، ص ۵۰۹۔

۱۳۰۔ سید علی طباطبائی نے یہ نام: شیخ خوجن، قاضی موسیٰ نوکھی، اتالیق شہزادہ محمد اور ملک الشرق ظفر خاں تحریر کئے ہیں۔ ص ۵۴۔

۱۳۱۔ ایضاً، ص ۴۵۔

۱۳۲۔ فرشتہ جلد اول (نوٹکشور) ص ۵۰۹، جواب ”نعمت اللہ آباد“ ہے اور یہ مانجھرا ندی پر جید آباد دکن کے شمال مشرق میں واقع ہے۔

۱۳۳۔ فرشتہ جلد اول، ص ۵۰۹ و نیز علی طباطبائی، ص ۴۸۔

جب شاہ نعمت اللہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے بیٹے شاہ خلیل بھی اپنے دو فرزندوں، شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ کے ساتھ بیدر منقل ہو گئے۔ احمد شاہ نے شاہ نعمت اللہ کا مزار، جو بہت شاندار بنا ہوا ہے ۱۳۴ھ، زر کثیر صرف کر کے تعمیر کرایا تھا ۱۳۵ھ۔ شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ بھی احمد شاہ ولی اور اس کے بیٹے شہزادہ علاؤ الدین بہمنی کی لڑکیوں سے بیاہے گئے۔ شاہ خلیل اللہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے وطن واپس چلے گئے تھے، دوسری یہ کہ وہ دکن ہی میں فوت ہوئے ۱۳۶ھ۔ آخری روایت درست ہے ۱۳۷ھ ان کے انتقال ۶۱۴۶ کے بعد ان کے مقبرہ کو میغٹ شیرازی نے اپنی خطاطی سے منقش کیا تھا۔ اس کے قریب ”تخت کرمانی“ کے نام سے ایک خوبصورت اور دل کش عمارت بھی تعمیر ہوئی تھی ۱۳۸ھ۔ میرزا شاہ رخ سلطان کا ملک الشعراء شیخ نور الدین آذری اسفرائی، جو شاہ نعمت اللہ ولی سے مستفیض بھی تھا ۱۳۹ھ احمد شاہ ولی ہی کے زمانہ میں دکن پہنچا اور اس کے دربار میں باریاب ہوا۔ احمد شاہ نے اس کی بڑی آد بھگت کی اور ملک الشعراء کا خطاب بھی دیا ۱۴۰ھ اسی کے حکم سے آذری نے ”بہمن نامہ“ نظم کرنا شروع کیا تھا ۱۴۱ھ احمد شاہ کے دور تک، کہ جب تک وہ یہاں رہا، اس نے بہمن نامہ نظم کیا اور پھر ایران جا کر باقی نظم لکھ کر بھیجا رہا۔ ”بہمن نامہ“ ہمایوں بہمنی تک آذری کی تصنیف ہے، باقی ملا نظیری اور

۱۳۴۔ ”سفرنامہ مولوی احمد یار خاں“ ص ۳۰۱ بحوالہ محمد ایوب قادری ”ماثر الامرار“ جلد سوم، ترجمہ ص ۲۸۴ ج۔

۱۳۵۔ سید شمس اللہ قادری ”رسالہ غلامیہ“ مقالہ، ص ۱۱۱ بحوالہ حسام الدین راشدی، حاشیہ ”مقالات الشعراء“ از میر علی شیر قانع، ص ۸۴۵ ج۔

۱۳۶۔ فرشتہ جلد اول، ص ۵۱۰۔

۱۳۷۔ مفید بافتی و ایرج افشار ”جامع مفیدی“ جلد سوم (تہران ۱۳۴۰ھ) بحوالہ حسام الدین راشدی ”تحفۃ الکرام“ مرتبہ، ص ۳۷۸ (B)

۱۳۸۔ شیروانی ”Bahaminis of Deccan“ ص ۲۲۶-۲۲۷

۱۳۹۔ دولت شاہ سمرقندی ”تذکرۃ الشعراء“ ص ۲۷۴، لکھی نرائن شفیق ”تذکرۃ شام غریبان“ ص ۲۰۔

۱۴۰۔ عبد الجبار خاں ملکاپوری ”تذکرۃ شعرائے دکن“ ص ۱۶۰، شیخ احمد علی خان ہاشمی سندیلوی،

”تذکرۃ محض الغرائب“ جلد اول، ص ۱۲۶۔

۱۴۱۔ لکھی نرائن شفیق، ص ۲۰۔

سامعی وغیرہ نے مکمل کی ۱۲۶ھ شیخ بدرالدین ابن الدماینی بھی اسی دور میں گلبرگہ وارد ہوئے تھے اور انہوں نے یہیں انتقال کیا۔ نحو، لغت، فقہ اور حدیث کے ائمہ میں سے تھے۔ انہوں نے عربی قواعد پر اپنی ایک کتاب ”المفصل الصافی“ احمد شاہ بہمنی کے نام ممنون کی تھی ۱۲۳ھ ان کے ساتھ انہیں کے مکتب فکر کے ایک اور محدث یحییٰ بن عبدالرحمن بھی گلبرگہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ملا عبدالغنی ادرمضیٰ نجم بھی اسی کے دربار سے وابستہ تھے ۱۲۴ھ۔

علاء الدین بہمنی کی حکومت کے زمانہ میں شاہ حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے سجادہ نشینی کا کام اپنے چھوٹے بھائی شاہ محب اللہ کے سپرد کر دیا تھا ۱۲۵ھ۔ طاہر استرآبادی نے شاہ حبیب اللہ کے انتقال کی تاریخ کہی تھی ۱۲۶ھ۔ جب سلطان علاؤ الدین کالڑ کا ہمالیوں شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے شاہ محب اللہ کو ایک مخالفت کی بنیاد پر قید کر دیا ۱۲۷ھ لیکن وہ قید سے فرار ہو گئے اور آخر کار قتل ہوئے ۱۲۸ھ۔ علاؤ الدین بہمنی کے دور میں غیر ملکی نوادریں نے بہت زیادہ اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا اور ان میں سے بعض نے شاہی محل سے تعلقات استوار کر کے اہمیت بھی حاصل کر لی تھی۔ علاؤ الدین شراب کا بڑا رسیا تھا چنانچہ آذری اسفرائینی نے، جو ابھی تک زندہ تھا، ۸۵۵ھ میں ایک طویل نصیحت نامہ لکھا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر علاؤ الدین نے

۱۲۲۔ عبد الجبار خاں ملک پوری ”تذکرہ شعرائے دکن“ ص ۱۴۰-۱۴۱، فرشتہ جلد اول (نوٹکشر) ص ۳۲۶
۱۲۳۔ سید عبدالحی، جلد سوم، ص ۱۲۶۔ تفصیلات کے لئے محمد اسحاق "India's Contribution to Hadith Literature." ص ۸۷-۸۹ و نیز زبید احمد "عربی ادبیات میں

پاک دہند کا حصہ" ترجمہ ص ۱۹۸، ۲۸۰۔

۱۲۴۔ شمس اللہ قادری "اردوئے قدیم" ص ۳۷۔

۱۲۵۔ علی طباطبا، ص ۸۱

۱۲۶۔ عبد المجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۱۲۹۔

۱۲۷۔ ایضاً ص ۱۲۶، علی طباطبا، ص ۸۸۔

۱۲۸۔ شاہنواز خاں "ماثر الامرار" جلد سوم، ترجمہ، ص ۲۸۶، شاہ نعمت اللہ ولی کے سلسلہ نسب،

مرتبہ حسام الدین راشدی "تحفۃ الکرام" از میر علی شیر قانع، بخش اول جلد سوم حیدر آباد

۱۹۷۱ء (ص ۳۷۸) سے ان کے خاندان اور مریدوں کا قیام دکن اور دہلی ان کی کارکردگی کا مختصر

حوالہ ظاہر ہوتا ہے۔ نیز شاہنواز خاں، جلد سوم، ص ۲۸۶-۲۹۰۔

مشراب سے توبہ کر لی تھی ۱۴۹۔

ہمایوں شاہ نے خواجہ نجم الدین محمود گیلانی کو، جو ایک قانون دان اور ممتاز دانشور تھے، اپنا وزیر اعلیٰ بنایا تھا۔ ملا نظیری مشہدی نے ہمایوں شاہ کے انتقال پر تاریخ کہی تھی ۱۵۰۔ ملا نظیری اور طاہر بھڑی دونوں ہم طرح رہے ہیں۔ طاہر بھڑی، شاہ حبیب اللہ کرمانی کے مصاحب بھی تھے اور ان کے انتقال پر تاریخ بھی کہی تھی ۱۵۱۔ شاہ خلیل اللہ اور شاہ حبیب اللہ کے خلیفہ اور بیدر کے مشہور بزرگ خلیل اللہ بہت شکن کی اولاد میں ایک اردو کا شاعر مشتاق تھا۔ اس نے شاہ خلیل اللہ کی مدح میں ایک اردو قصیدہ لکھا تھا ۱۵۲۔ لطفی بھی مشتاق کا ہم عصر شاعر تھا۔ اس نے مشتاق کی طرح شاہ محمد کی مدح کی ہے جو خلیل اللہ بہت شکن کی اولاد میں سے تھے۔ اس نے خواجہ جوئے کرمانی کے ایک مشہور فارسی قصیدے کی زمین میں بھی ایک قصیدہ لکھا تھا ۱۵۳۔ شیخ نور سمنانی کے اثر سے، جو اس عہد میں بہمنی دربار میں موجود تھے، خواجہ جوئے کرمانی کا کلام مقبول تھا۔ کیونکہ خواجہ جوئے کرمانی حضرت رکن سمنانی کا مرید خاص تھا ۱۵۴۔

خواجہ محمود گاداں سلطنت بہمنیہ کے مدبرین میں بہت ممتاز ہے۔ وہ علم و فضل کا بڑا سرپرست تھا۔ بلکہ خود دانشور، عالم، شاعر اور انشا پر داز کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔ گیلان کے قریہ قاداں میں پیدا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے عرف عام میں گاداں کے لقب سے مشہور ہوا ۱۵۵۔ اس کے اجداد شاہان گیلان کے وزراء میں شامل تھے اور ان میں سے ایک شخص نے اپنی ذاتی کوششوں سے رشت کی بادشاہت حاصل کر لی تھی اور یہ خود مختار حکومت اس کے خاندان میں

۱۴۹۔ عبدالمجید صدیقی "بہمنی سلطنت" ص ۱۲۵۔

۱۵۰۔ منقول، علی طباطبائی، ص ۹۵۔

۱۵۱۔ ایضاً، ص ۹۴۔

۱۵۲۔ ڈاکٹر محمدی الدین قادری زور "دکنی ادب کی تاریخ" ص ۱۶۔

۱۵۳۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۱۵۴۔ ایضاً، ص ۱۸۔

۱۵۵۔ شیردانی "Studies in Political Thought and Administration."

ص ۱۹۴۔

شاہ طہاسپ صفوی دلی ایران کے زمانہ تنگ، جس نے اس کا خاتمہ کیا، قائم رہی ۱۵۶۱ء محمود گادواں نے تحصیل علم کے لئے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کیا تھا۔ اس لئے اپنے ہم عصر علماء سے یا تو ذاتی واقفیت تھی یا رسل و رسائل کے ذریعہ سے محبت و یگانگت پیدا کر لی تھی۔

محمود گادواں ایک تاجر کی حیثیت میں شاہ محب اللہ نبیرہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کی زیارت کے شوق میں بیدر پہنچا تھا۔ علاء الدین بہمنی نے اس کی بہت قدر کی۔ اس نے وطن واپسی کا ارادہ ترک کر کے حکومت کے امور میں شرکت اختیار کر لی تھی۔ اپنی منصبی ذمہ داریوں کے ساتھ تجارت کا کام بھی سرانجام دیتا رہا۔ اس کی فیاضی، علم و فضل اور تدبر کی سب مورخین نے تعریف کی ہے۔ اس کی خوبیوں نے اسے اقصائے عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ شہرت کی وجہ خاندانی اعزاز اور بہمنی وزارت کا جلیل القدر عہدہ بھی تھا۔ قاضی شرف الدین شو ستری اس کے اتالیق تھے جو بعد میں صدر جہاں کے عہدہ پر فائز ہوئے ۱۵۷۰ء۔ پہلے یہ محمد شاہ کے بھی اتالیق رہ چکے تھے۔ محمود گادواں سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔

اپنے مدرسہ کے لئے، جسے اس نے اپنے صرف خاص سے بیدر میں تعمیر کرایا تھا، ممالک مختلفہ سے علماء کو تدریس کے لئے دکن بلایا تھا۔ ان میں خصوصیت سے جلال الدین دوانی، ابوبکر طہرانی اور شیخ صدر الدین رواسی شامل تھے ۱۵۵۸ء مولانا عبدالرحمن جامی کو تو دکن آنے کی کئی مرتبہ دعوت دی ہے ۱۵۵۹ء۔ جامی سے اس کی بے تکلفی کا اندازہ ”ریاض الانشاء“ میں شامل اس کے مکتوبات سے بخوبی ہوتا ہے۔ ”انشائے جامی“ میں بھی کئی مکتوبات خواجہ کے نام موجود ہیں۔ جامی نے اعتراف کیا ہے کہ خواجہ نے ہندوستان کو ”رشد روم“ یا ”مثل روم“ بنا دیا ہے۔ اس کی شاعری اور انشاء پر داری کی بھی اس نے اپنے ایک قطعہ میں بڑی تعریف کی ہے ۱۶۰۰ء۔

۱۵۶۔ عزیز مرزا ”سیرۃ الممجد“ ص ۵۔

۱۵۷۔ فرشتہ، جلد اول (نو لکھنور) ص ۴۸۵۔

۱۵۸۔ اس سلسلہ میں مکتوبات ”ریاض الانشاء“ علی الترتیب، ص ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۶۔

۱۵۹۔ ”ریاض الانشاء“، ص ۱۹، ۲۲، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۲۰۸، ۲۱۰۔

۲۲۷-۲۳۲

۱۶۰۔ بشیر الدین احمد ”واقعات مملکت بیجاپور“ حصہ سوم، ص ۱۰۹-۱۱۰۔

سفر کی مشکلات کے سبب وہ ہندوستان آنے سے معذرت کرتا رہا ۱۴۱ھ جب اس نے "فصوص الحکم" کی شرح لکھی تو اس کا ایک نسخہ ہدیۃ خواجہ کے لئے بھیجا ۱۴۲ھ اسی طرح جلال الدین دوانی نے، جو "اخلاق جلالی" کے مترجم کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف "حیا کل النور" کی مخرج "شواکل الخور" لکھی تو اسے محمود گاداں کے نام سے معنون کیا ۱۴۳ھ۔ ملا عبد الکریم بھدانی نے خواجہ کی سوانح لکھی ۱۴۴ھ۔ اس کا خلاصہ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں محمد شاہ بہمنی کے حالات کے آخر میں دیا ہے ۱۴۵ھ۔ ملا عبد الکریم بھدانی، محمود گاداں سے ایک عرصہ تک وابستہ رہا۔ اس کا والد علاؤ الدین بہمنی کی مہم قلعہ مدکل میں شریک تھا ۱۴۶ھ نامور شاعر سامعی محمود کے مصاحبوں میں شامل تھا۔ محمود نے جب بیدری میں مدرسہ تعمیر کیا تو سامعی نے تاریخی قطعہ کہا تھا ۱۴۷ھ۔ ملا نظیری مشہدی کو محمود ہی نے ملک الشعراء کا خطاب دلوایا تھا ۱۴۸ھ۔ مشہور علماء سلامت اللہ اودھوی اور شمس الدین سامی اس کے ندیمان خاص تھے ۱۴۹ھ۔ اس کے عہد آخر میں عبد العزیز بن محمود طوسی دکن آئے تھے جنہیں محمود گاداں نے اپنے داماد کا تابع مقرر کیا تھا۔ خواجہ کے قتل پر عبد الکریم بھدانی نے مشہور تاریخی قطعہ کہا تھا ۱۵۰ھ۔ محمود شاہ کی

۱۴۱۔ شیردانی، "Bahaminis of Deccan" ص ۳۴۶ ح۔

۱۴۲۔ "رقعات جامی" قلمی بحوالہ غلام یزدانی، مقدمہ "ریاض الانشاء" ص ۵۰۔

۱۴۳۔ غلام یزدانی، مقدمہ "ریاض الانشاء" ص ۵۱، شیردانی "Cultural Trends in Mediaeval India" ص ۸۵۔

۱۴۴۔ عزیز مرزا، ص ۷۰۔

۱۴۵۔ اسٹوری، "Persian Literature" یکیشی دوم حصہ اول، ص ۱۰۹۔

۱۴۶۔ خواجہ عبد الحمید یزدانی، مقالہ منقول "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہجرت" فارسی ادب، جلد اول، ص ۲۸۷۔

۱۴۷۔ منقول، عزیز مرزا، ص ۸۴۔

۱۴۸۔ ایضاً، ص ۷۱۔

۱۴۹۔ شمس اللہ قادری، ص ۳۷۔

۱۵۰۔ عبد الحمید صدیقی، "بہمنی سلطنت" ص ۱۵۳۔ "اس کی شہادت کی خبر سن کر مکہ معظمہ کے ادبی حلقہ پر غم کے بادل چھا گئے تھے" عبد الرحمان سخاوی بحوالہ محمد اسحاق، ص ۹۱۔

تحت نشینی کے موقع پر عبدالکریم ہمدانی دربار میں موجود تھا۔ اس نے ”تاریخ محمود شاہی“ بھی تصنیف کی ہے۔ ۱۱۷۱ھ جن علماء اور شعراء سے محمود گادال کی مراسلت تھی ان میں خواجہ عبید اللہ الاحرار، شیخ بایزید خلخالی، صدر الدین رواسی، شرف الدین علی الیزدی، مولانا ابوسعید، سید مہدی تبریزی، جلال الدین دوانی، عبدالرحمن جامی، کمال الدین رومی، ابوبکر طہرانی وغیرہ جیسے اکابر کے نام ہیں۔ سیاسی ناموران میں شاہ گیلان، وزرائے گیلان اور دیگر عمائدین گیلان، ابوسعید گورگان، سلطان محمد مراد بک، محمود شاہ رومی وغیرہ سے محمود گادال کی خط و کتابت تھی۔

فارسی میں شاعر بھی تھا اور انتشار پرداز بھی۔ نشر میں مکتوبات کے مجموعہ ”ریاض الانشا“ کے علاوہ ”مناظر الانشار“ بھی ہے۔ جس میں فن انشا سے بحث کی ہے شاعری میں قابل ذکر اس کے قصیدے ہیں جن میں سے دو قصیدے محمد شاہ بہمنی کی مدح میں انوری اور بدیع الزماں ہمدانی کے قصیدوں کے طرز میں نظم کئے تھے اور ایک قصیدہ کمال الدین اصفہانی کے قصیدے کے جواب میں نظم کیا تھا اور اس پر اپنا تقویٰ جتایا تھا ۱۱۷۲ھ۔

محمود گادال کے بعد سلطنت کے انتشار، سیاسی زبوں حالی اور مقامی اور غیر مقامی کی عصبیت نے دکن کی تہذیبی صورت حال کو کسی قابل نہ رہنے دیا ۱۱۷۳ھ چنانچہ یہ مشکل تھا کہ دوسرے ممالک سے سلطنت کے علمی اور تمدنی روابط بھی بحال رہتے۔

لسانی روابط

اپنے دور امن و امان میں اس سلطنت نے ایران سے تہذیب و تمدن اور علم و ادب میں نمایاں اور دیر پا اثرات قبول کئے تھے جو واضح طور پر اس دور کی علمی و تمدنی تاریخ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ خصوصاً فارسی زبان کا دور دورہ ہو گیا۔ دکن میں عربوں کے بعد ایرانی افغانی اور ترک کی آئے۔ ان کی زبان عسربی، فارسی اور ترکی تھی۔ دکن میں مسلمانوں کی جو

۱۱۷۱ھ۔ عبدالمجید صدیقی، ”بہمنی سلطنت“ ص ۱۶۴۔

۱۱۷۲ھ۔ مکتوب ”ریاض الانشار“ ص ۱۴۱-۱۵۲۔

۱۱۷۳ھ۔ بازو ترجمہ، ص ۲۰۶۔

نہیں دکن فتح ہونے کے بعد پیدا ہوئیں ان کی زبان عموماً فارسی تھی۔ اس لیے عربی کے بعد فارسی کا زیادہ سے زیادہ رواج ہو گیا۔ چونکہ ایران اور ماوراء النہر سے نسبتاً زیادہ تعداد میں اصحاب علم و فن دکن آئے اور بعد میں ایران کی صفوی حکومت کا دکن کے فرمانرواؤں سے زیادہ تعلق رہا ۱۷۴۷ء اس لیے بھی دکن میں فارسی کا دور دورہ ایک عرصہ دراز تک رہا۔ بہمنیہ سلطنت کے زمانہ میں خصوصاً فارسی کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ کئی نامور شاعر، ادیب اور علماء دکن کی سرزمین میں فارسی کو رواج دیتے رہے۔ خود سلاطین نے بھی اس کی خوب سرپرستی کی۔ انہوں نے اپنی سلطنت کی زبان فارسی مسترادی ۱۷۵۵ء یہ اہم سبب تھا کہ دکن میں اس زبان کو زیادہ فروغ اور رواج حاصل ہوتا رہا ۱۷۶۱ء۔

سلاطین کی حوصلہ افزائی کے سبب ابتدائے قیام سلطنت ہی سے ایران اور ہندوستان پرانے ملکوں سے اصحاب علم و فضل کی آمد نے سلطنت بہمنیہ کے دربار کو ایرانی دربار کا نمونہ بنادیا تھا۔ ان نوادین نے دکن کو اپنا وطن ثانی بنالیا اور ان کے قیام نے دکن کو ایران کو چمک بنادیا۔ ان کے اثر سے دکن میں زبان و ادب کو ہمہ جہتی فروغ حاصل ہوا، اور فارسی ادب کی جملہ اصناف، تاریخ، انشا، شاعری اور مذہبی و صوفیانہ ادب کو بڑی ترقی حاصل ہوئی ۱۷۷۷ء پیشتر ایرانی شاعروں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی گئی۔ ان کی قدردانیت ہر دور میں عام رہی۔ ایران سے آنے والے شاعروں کے علاوہ خود دکن میں فارسی کے کئی شاعر موجود تھے۔ عصامی کی "فتوح السلاطین"، حاجی محمد قندھاری اور آذری اسفرائینی کے بہمن نامے یہیں تصنیف ہوئے۔ محمود گاہاں کی تصانیف مناظر الانشا اور ریاض الانشا فارسی ادب کی تاریخ میں لازمی ذکر کے قابل ہیں۔ علاوہ ازیں مذہب، تصوف میں دیگر متعدد تصانیف اس دور کی یادگار ہیں ۱۷۷۸ء۔

۱۷۴۴۔ نصیر الدین ہاشمی "دکنی کچھ" ص ۱۵۴۔

۱۷۵۰۔ "تذکرہ سلاطین دکن" جلد اول، بحوالہ ایضاً۔

۱۷۶۱۔ فیروز شاہ کے اس فرمان شاہی کو ہندوستان کی قدیم ترین فارسی تحریر قرار دیا گیا ہے جو حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے اس کی ایک عکس نقل ڈاکٹر یوسف حبیبی خاں "یادوں کی دنیا" ص ۴۳۲-۴۳۳ میں ہے۔

۱۷۷۷۔ ڈاکٹر عبد المنان، ص ۳۴۹-۳۷۰۔

۱۷۷۸۔ ان کا ایک سرسری جائزہ شمس اللہ قادری، تصنیف مذکور ص ۴۰-۴۲ میں ہے۔

بہمنی سلطنت میں ایران سے تہذیبی اختلاط اور تمدنی روابط کا اظہار لسانی اعتبار سے اردو کی صورت میں بھی ہوا۔ فارسی کے زیر اثر اس نئی زبان ”دکنی“ نے جو شمال سے آئی تھی، اپنی ترقی کا ایک اور زینہ طے کیا ۱۷۹۹ء۔ مسلمان عرب، ترک اور ایرانی اس وقت تک برہمن کے شمال مغربی علاقوں میں پانچ سو سال سے زیادہ بسر کر چکے تھے۔ اس اثنا میں عربی، فارسی، ترکی زبانوں کے اثرات اور خصوصیت سے اسلامی تعلیم اور اس سے متعلقہ وظائف، اصطلاحات اور جملہ الفاظ مقامی زبانوں میں اس طرح داخل ہو چکے تھے کہ ایک مخلوط زبان کا پیدا ہو جانا لازمی اور فطری امر تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ یہی زبان شمال مغربی علاقوں سے نقل مکانی کر کے وسط ہند میں داخل ہوئی اور وہاں کی برج اور شوریسی بولیوں سے مل کر قدیم اردو کی شکل میں نمودار ہوئی۔

یہی زبان دکن میں کچھ تو علاء الدین خلجی کے زمانہ میں دکنی فتوحات کی وجہ سے اور بیشتر محمد تغلق کے زمانہ میں دہلی کی آبادی کے دولت آباد منتقل ہونے کے سبب پہنچ چکی تھی اور دکن میں وہاں کی مقامی بولیوں کے اثرات قبول کر رہی تھی۔ جب بہمنی سلطنت آزادانہ طور پر قائم ہو گئی اور دکن کا سلطنت دہلی سے سیاسی تعلق منقطع ہو گیا تو دکنی اردو دہلوی اردو سے بڑی حد تک بے نیاز و لا تعلق ہو گئی۔ اس کی یہ لا تعلق تقریباً تین صدیوں تک برقرار رہی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دکنی اردو متعدد پہلوؤں میں، جو نہ صرف صوتیات، الفاظ، محاورے اور وزن و مرہ سے بلکہ صرف و نحو سے تعلق رکھتے ہیں، دہلوی اردو سے مختلف ہو گئی۔ اب تک اس میں عربی اور ترکی زبانوں کے اثرات موجود تھے۔ دکن میں فارسی کے رواج کے زیر اثر اس میں فارسی کے بکثرت الفاظ داخل ہو گئے اور فارسی قواعد کا بھی خاصہ اثر شامل ہوا۔ جیسے یاے نسبتی، اضافت، جمع بنانے کے قاعدے، بیانہ کے مرکبات بنانے کے طریقے وغیرہ۔ اس میں فارسی

۱۷۹۔ شیردانی "Cultural Trends in Mediaeval India." ص ۹۹، "اردو

کا یہ روپ زیادہ تہذیبی اور اس کے زیر اثر مرہٹی اور دودراوڑی زبانوں تک اور شامل سے مل کر بنا تھا۔

ڈاکٹر کارن لیونارڈ "The Deccani Synthesis in Old

Hyderabad." ص ۲۱۱

کی تشبیہیں، استعاسے، تیلیخیں اور ترکیبیں بھی استعمال ہونے لگیں۔ بلکہ اس نے فارسی نظم ہی کے اوزان و بحر اور اصناف سخن مثلاً مثنوی، قصیدہ، غزل، رباعی، مثنیٰ وغیرہ اختیار کر لیے اور نثر میں بھی فارسی کی طرح نثر عاری، نثر مزہز اور نثر مسجع کو اپنایا۔ یہ زبان جب بول چال کے علاوہ تحریر میں بھی استعمال ہونے لگی ۱۸۰ء اور ادبی زبان کا درجہ حاصل کرنے لگی تو فارسی سے متاثر ہونے کے سبب قدماً فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ سلاطین بہمنیہ نے فارسی کی طرح اس کی بھی خوب سرپرستی کی اور اس کو بالآخر سلطنت کی سرکاری زبان کا درجہ بھی دے دیا ۱۸۱ء۔

اردو کے شاعر بھی بہمنی دربار سے متعلق رہتے تھے۔ اس کی ایک مثال نظامی ہے جس نے ”کدم راؤ پدم راؤ“ تصنیف کی ۱۸۲ء یہ احمد شاہ دلی بہمنی اور علاؤ الدین بہمنی کے دربار سے منسلک تھا۔ فیروز شاہ بہمنی کے قوم پروردار و روشن دور حکومت میں دوسری تمدنی ترقیوں کے ساتھ اس زبان کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ خود بادشاہ کی مقامی زبانوں سے دلچسپی نے اس نوزائیدہ زبان کے مستقبل کو تابناک بنا دیا۔ خود فارسی کا شاعر تھا لیکن اردو میں بھی اس کی طبع آزمائی ثابت ہے ۱۸۳ء عین الدین گنج العلم، حضرت گیسو دراز، سید محمد اکبر حسینی، عبداللہ حسینی، سعدی دکنی، نظامی، مشتاق، لطیف وغیرہ عہد سلطنت بہمنیہ کے مشہور شاعر اور نثر نگار ہیں۔ حضرت گیسو درازؒ کی —

”معراج العاشقین“ نثر میں اور نظامی کی ”کدم راؤ پدم راؤ“ نظم میں اس دور کے کارنامے ہیں۔ عصامی کی ”فتوح السلاطین“ فارسی میں عہد بہمنیہ کا اولین ادبی اور تاریخی شاہکار ہے۔ یہ مقامی زبانوں کے الفاظ کے استعمال سے، جو اس میں موجود ہیں، سانی و تمدنی اختلاط کی نشاندہی کرتی ہے۔ اسی قسم کی مثالیں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی فارسی تصانیف میں بھی ملتی ہیں ۱۸۴ء۔

۱۸۰۔ ابتدائی عہد بہمنیہ میں اردو بول چال اور ملفوظات کے لئے سخاوت مرزا، تصنیف مذکور، ص ۳۲۴-۳۲۵

وبعدہ۔ نصیر الدین ہاشمی ”دکن میں اردو“ ص ۱۹-۲۰

۱۸۱۔ ایضاً، ص ۲۴

۱۸۲۔ ایضاً، ص ۳۴-۳۵

۱۸۳۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر ”نادر دکنی رباعیان“ منقول ”قیم اردو“ جلد اول، ص ۵۲۳

۱۸۴۔ ڈاکٹر عبدالمنان، ص ۳۶۸

تمدنی روابط

سلاطین بہمنیہ نے اپنی خاص رغبت اور خوش ذوقی اپنے عہد کی تعمیرات میں بھی ظاہر کی ہے۔ دلکش فن تعمیر اس سلطنت کا ایک خاص امتیاز ہے۔ گلبرگہ اور بیدر کی عمارتیں فن تعمیر میں سلاطین کے ذوق تعمیر کی نمایاں مثال ہیں۔ ان کے ذوق اور فن کی تشکیل میں ایرانی اثرات نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں ۱۸۵ء انہوں نے اپنے ذوق سے ایک خاص طرز تعمیر کو تشکیل دیا، جو ہندوستانی، ترکی، مصری اور ایرانی طرز تعمیر کے امتزاج کا نمونہ تھا۔ ایرانی اور دکنی طرز تعمیر کا امتزاج شعوری اور فطری تقاضوں کے زیر اثر وجود میں آیا تھا۔ مسلمان اپنے ساتھ بالخصوص ایرانی طرز تعمیر لے کر آئے تھے ۱۸۶ء اس کے اثرات سلطنت بہمنیہ کی تعمیرات میں ابتدائی دور ہی سے نمایاں ہونے لگے تھے۔ جس کا ثبوت اس دور کی مذہبی اور غیر مذہبی عمارتوں سے ملتا ہے ۱۸۷ء دولت آباد میں جو عمارتیں تعمیر ہوئیں ان کا تعلق براہ راست ایران سے تھا اور دوسرے مقامات پر جو مضبوط قلعے بنائے گئے تھے وہ فوجی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں ۱۸۸ء یہ بات طے ہے کہ بانی سلطنت نے ایرانی انسداد کو سیاسی مصلحت کے تحت فوج میں شامل کیا تھا۔ بعد میں دیگر سلاطین نے اس روایت کو برقرار رکھا اور دوسری اہم ذمہ داریاں بھی ایرانی نوادریں کے سپرد رہیں۔ پناپنچہ فوجی نوعیت سے تعمیر ہونے والے قلعوں کا ایرانی اثرات کا حامل ہونا فطری تھا۔

محمد شاہ بہمنی کے عہد میں جتنی تعمیرات ہوئیں ان سب میں ایرانی اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے دور کا ”معمار اول“ شکر اللہ قزوین کا باشندہ تھا۔ محمد شاہ بہمنی

۱۸۵۔ شیردانی، "Cultural Trends in Mediaeval India." ص ۱۴

۱۸۶۔ ڈاکٹر تارا چند، "Influence of Islam on Indian Culture." ص ۱۳۸ وغیرہ

۱۸۷۔ تفصیلات کے لئے شیردانی، "Cultural Trends in Mediaeval India." ص ۱۸-۱۴

۱۸۸۔ تارا چند بخوالہ شیخ محمد اکرام "آب کوثر" ص ۵۱۴

نے گلبرگہ میں ایک مثالی "جامع مسجد" تعمیر کرائی ۱۸۹ء۔ اس کا معمار رفیع بن شمس بن منصور قرظ دینی تھا جس نے اسے ۷۹۹ھ میں مکمل کیا تھا۔ یہ جنوبی ہند کی سب سے پرکشش مسجد تھی ۱۹۰ء۔ اور تمام عالم میں اپنی نوعیت کی واحد مسجد ہے۔ اس پر بے شمار گنبد ہیں اور مسجد کا کوئی صحن نہیں۔ تمام گنبد مقبروں اور قطری کماتوں پر قائم ہیں۔ شکر اللہ قرظ دینی نے احمد شاہ بہمنی کا مقبرہ تعمیر کیا تھا۔ ۱۹۱ء۔ مقبرہ کو سرسری طور پر بھی دیکھا جائے تو سمرقند میں امیر تیمور کے روضہ اور اس میں گہری مماثلت نظر آئے گی۔ جو فن کار ایران سے یہاں آئے ان میں ایک کاتب کا نام "مطالعہ خاں" تھا۔ یہ ایران سے آیا تھا۔ اس نے احمد شاہ بہمنی کے گنبد کے اندر قبور پر کتبات لکھے تھے۔ غیاث الدین بہمنی نے جو ہفت گنبد تعمیر کرایا تھا، ان گنبدوں کی تعمیر میں ایرانی اثرات زیادہ نمایاں تھے ۱۹۲ء۔ مجاہد اول سے شمس الدین تک سب اسی گنبد میں دفن ہوئے۔ تعمیرات میں ایرانی اثرات فیروز شاہ کے زمانہ میں اپنی معراج پر تھے۔ "فیروز گنبد" جو اس نے تعمیر کرایا تھا، ایرانی اثرات کی نمایاں مثال ہے ۱۹۳ء۔ گلبرگہ میں اس کا تعمیر کرایا ہوا قلعہ بھی اس کا ایک اہم کا نام ہے۔ یہ بھی ایرانی اثرات کا بھرپور اظہار کرتا ہے۔ خصوصاً مشرق اور شمالی سمتوں میں، دونوں جانب شیر کے مجسمے ایرانی طرز فکر پیش کرتے ہیں ۱۹۴ء۔ اس کے علاوہ قلعہ کی شاندار مسجد جو اسی کے دور میں تعمیر ہوئی تھی۔ ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کا پہلا مثالی نمونہ بھی

۱۸۹۔ فرگوسن "History of Indian Architecture." ص ۲۶۴۔ معمار کا نام کتبہ میں

اس طرح آیا ہے۔

"..... تعمیر مساجد اللہ توفیقہ الشرائف رفیع بن شمس بن منصور القرظ دینی فی عبدالسلطان محمد شاہ۔ سنہ تسع و شین و سبعمایہ۔" ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی "پاک دہند کے فن تعمیر پر ایران و توران کا اثر" ص ۱۲۳۔

۱۹۰۔ پرسی براؤن "Indian Architecture." ص ۹۹۔

۱۹۱۔ ڈبلیو ہیگ "Religion of Ahmed Sha." بحوالہ ہولسٹر، ص ۱۰۹۔ جس کا نام اس روضہ کے گنبد کے حلقہ پر تحریر ہے۔ محمد عبداللہ چغتائی "پاک دہند کے فن تعمیر پر ایران و توران کا اثر" ص ۱۲۳۔

۱۹۲۔ شیروانی "Bahaminis of Deccan." ص ۱۱۷۔

۱۹۳۔ ایضاً، ص ۱۲۹۔

۱۹۴۔ ایضاً "Cultural Trends in Mediaeval India." ص ۱۶۔

جاتی ہے۔ بعد میں جب سلطنت کا پایہ تخت بیدر قرار پایا تو وہاں بھی نئی نئی عالیشان عمارتیں تعمیر کر کے سلطنت کی تعمیری سرگرمیوں میں اضافہ کیا گیا ان میں خصوصیت سے قابل ذکر احمد شاہ اول کے گنبد اور اس کے اندر کے نقش و نگار اور کتبات ہیں۔ یہ کتبات رسم الخط کے اعتبار سے نسخ، کوئی اور ثلث میں ہیں۔ اس قسم کی نفیس نقاشی مصر اور عرب اور اس کے بعد سمرقند کی عمارتوں میں تھی۔ ہندوستان میں یہ اس کا واحد نمونہ ہے ۱۹۵ء فیروز نے مقبرہ میں مغیث شیرانی خوش نویس نے متعدد مقامات پر حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علیؑ کے نام نقش کیے تھے ۱۹۶ء احمد شاہ ولی کا محل بھی ایرانی طرز تعمیر کا شاہکار ہے ۱۹۷ء شاہ خلیل اللہ کرمانی کے دصال کے بعد ان کے مقبرہ کو بھی مغیث شیرازی نے خطاطی سے منقش کیا تھا۔ اس کے قریب شاہ نعمت اللہ کرمانی کی یادگار کے طور پر ”تخت کرمانی“ کے نام سے ایک خوبصورت عمارت تعمیر ہوئی تھی ۱۹۸ء ملا شرف الدین مازندرانی نے جو مشہور زمانہ خوش نویس اور شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید تھے، شیخ آذری کے دوبیت قصردار الامارتہ بیدر کے صدر دروازہ پر کندہ کیے تھے ۱۹۹ء دولت آباد کے قلعہ سے ملحق ”چاند میسنار“ بھی خالص ایرانی فن تعمیر کا شاہکار تھا ۲۰۰ء محمود گداواں کا مدرسہ کئی حیثیتوں سے مشہور ہے۔ یہ ۱۲۷۲ء میں مکمل ہوا تھا۔ اس کا طرز تعمیر سمرقند کے قدیم مدارس اور اصفہان کی مساجد کا سا ہے۔ اس کی دیواروں کی کاشی کاری اس کے حسن کو مزید دو بالا کرتی ہے۔ اس کی عمارتوں کے کتبات کا رسم الخط ملا جلا نسخ اور نستعلیق ہے اسے ہندوستانی کتبات میں فارسی رسم الخط کی ابتداء قرار دیا جاسکتا ہے ۲۰۱ء پیشانی پر سربسہ قرآن کی آیات نہایت اعلیٰ خط ثلث میں سفید زمین پر نیلے حروف میں مرقوم ہیں۔ کاتب نے اپنا نام ”کتبۃ الجبد علی الصوفی“ لکھا ہے۔ اس کاتب کو محمود گداواں نے خاص طور پر شیراز سے

۱۹۵۔ ڈاکٹر عبدالمنان، ص ۲۶۷

۱۹۶۔ شیردانی، "Bahaminis of Deccan" ص ۱۹۰

۱۹۷۔ ایضاً۔

۱۹۸۔ شیردانی، "Bahaminis of Deccan" ص ۲۲۴-۲۲۷

۱۹۹۔ لچھی رائے شینق نے یہ دوبیت نقل کیے ہیں۔ تعینت مذکور، ص ۲۱

۲۰۰۔ شیردانی، "Bahaminis of Deccan" ص ۲۲۸

۲۰۱۔ ڈاکٹر عبدالمنان، ص ۲۶۷

مدعو کیا تھا ۲۲۔۔ بیدر میں ہمالیوں شاہ بہمنی کا مقبرہ اور چوکھنڈی کی عمارتیں بھی غائب ہو گئی ہیں۔
ان میں بھی ایران کا براہ راست اثر واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔

مذہبی روابط

سلطنت بہمنیہ میں ایران سے روابط کی مثالیں رسم و رواج اور مذہب میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔
ہر سال جشن نوروز کی روایت عام تھی ۲۳۔ اس وقت ایران میں شیعہ مذہب اپنے عروج پر تھا۔
جب کہ شاہانِ دہلی کا مذہب آہستہ تک اہل سنت والجماعت رہا۔ ایران اور دیگر ممالک سے
آنے والے نوادرین میں زیادہ تعداد شیعہ مذہب کے حامل افراد کی تھی ۲۴۔ سلاطین میں سے
اکثر شیعہ نہیں تھے بلکہ بعد میں کچھ سلاطین نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا ۲۵۔ ان کے مذہب کی
اس تبدیلی میں بلاشبہ ایرانی روابط و اثرات اور ان کا تہذیبی و سیاسی ماحول کا فرما تھا۔ ان سلاطین
کے علاوہ ایرانی اثرات کی وجہ سے کئی سنی تفصیلی خیالات سے متاثر ہوئے ۲۶۔ یوسف عادل شاہ
نے جو دربار بہمنیہ کا ترک امیر تھا بغاوت کر کے بیجاپور میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تو اس نے
شیعہ طریقہ سے خطبہ پڑھا نا شروع کیا جو دکن تو کیا بڑے عظیم کے لئے ایک نئی بات تھی۔ اب تک ہندوستان
کے کسی خطے میں شیعہ مذہب کو سرکاری سرپرستی حاصل نہ تھی ۲۷۔ بہمنی سلطنت میں متعدد شیعہ افراد نے،
جو ایران سے آنے کے بعد با اثر ہو گئے تھے اپنے اثرات میں خاصا اضافہ کر لیا تھا۔ یہ اثرات زیادہ تر فوج میں
اور سرکاری شعبوں میں موجزن رہے عوام میں یہی کام ان ظالموں، ادیبوں، شاعروں نے کیا جو ایران سے آکر بس گئے تھے۔

۲۲۔ محمد عبداللہ چغتائی ”پاک و ہند کے فن تعمیر پر ایران و توران کا اثر“ ص ۱۲۴

۲۳۔ عبدالمجید صدیقی ”بہمنی سلطنت“ ص ۶۹-۱۰۹

۲۴۔ ہولسٹر ص ۱۰۵۔

۲۵۔ سلاطین اور ان کی سرکاری امور کی انجام دہی میں شیعہ مذہب کے اثرات کا تفصیلی مطالعہ، ایضاً،

ص ۱۰۵-۱۱۰ میں ہے۔

۲۶۔ شیخ محمد اکرام، ص ۵۱۵

۲۷۔ عبدالمجید صدیقی ”بہمنی سلطنت“ ص ۱۸۳۔ مزید تفصیلات کے لئے محمد اسحاق، تصنیف مذکور،

ص ۱۰۱-۱۰۲

۲۸۔ ہولسٹر ص ۱۰۴-۱۱۰

فہرست اسناد محولہ

- آزاد بگرامی، غلام علی۔ "خزانہ عامرہ" (کراچی، ۱۸۷۱ء)
- اسد اللہ، سید۔ "تاریخ مختار الاخیار" (حیدرآباد دکن، ۱۲۹۴ھ)
- اسٹوری، سی۔ اے۔ "Persian Literature." حصہ اول، جزو دوم
(لندن، ۱۹۳۵ء)
- اسحاق، محمد۔ "India's Contribution to Hadith Literature."
(دھاکہ، ۱۹۴۵ء)
- اکرام، شیخ محمد۔ "آب کوثر" (لاہور، ۱۹۵۸ء)
- اوترکار اور کھر۔ "The Origin of Gango Bahamani." مشمولہ
"Proceedings of the Indian History Congress."
(الہ آباد، ۱۹۳۸ء)
- بازو رتھ، سی۔ ای۔ "The Islamic Dynasties." (ایڈنبرا، ۱۹۴۷ء)
- براون، ای۔ جی۔ "تاریخ ادبیات ایران" جلد سوم، اردو ترجمہ (کراچی، ۱۹۴۹ء)
- براون، پرسی۔ "Indian Architecture." (ممبئی، ۱۹۴۹ء)
- برگس، جان۔ "History of the Rise of the Mohammadan Power in India."
(کلکتہ، ۱۹۱۰ء)
- برنی، نینار الدین۔ "تاریخ فیروز شاہی" اردو ترجمہ (لاہور، ۱۹۴۹ء)
- بشیر الدین احمد۔ "واقعات مملکت بیجاپور" حصہ سوم (آگرہ، ۱۹۰۴ء)
- بلگرامی، علی اصغر۔ "Landmarks of Deccan." (حیدرآباد دکن، ۱۹۲۷ء)
- بیل، ٹی۔ ڈبلیو۔ "An Oriental Biographical Dictionary."
(لاہور، حالیہ اشاعت)
- پریشاد، ایشوری۔ "Mediaeval India." (الہ آباد، ۱۹۳۳ء)
- تارا چند ڈاکٹر۔ "Influence of Islam on Indian Culture."
(الہ آباد، ۱۹۴۶ء)

تھاکس، ایڈوارڈ "The Chronicles of the Pathan Kings of Delhi." (لاہور ۱۹۷۵ء)

چغتائی، محمد عبداللہ "پاک و ہند کے فن تعمیر پر ایران و توران کا اثر" مضمون "صحیفہ" (لاہور، جولائی ۱۹۷۲ء)

_____ مقدمہ "تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ" از سہیل (دہلی، ۱۹۷۱ء)

خانی خاں "منتخب الباب" جلد اول، جلد سوم (کلکتہ، ۱۹۲۵ء)

دولت شاہ سمرقندی "تذکرۃ الشعراء" (لاہور ۱۹۳۹ء)

راشدی، پیر سہام الدین "تحفۃ اکرام" از میر علی شیر قانع، مرتبہ، شجرہ (حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۱ء)

_____ "مقالات الشعراء" از میر علی شیر قانع، حاشیہ (حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۷ء)

زبید احمد، ڈاکٹر "عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ" اردو ترجمہ (لاہور، ۱۹۷۳ء)

زور، ڈاکٹر محمد الدین قادری "دکنی ادب کی تاریخ" (کراچی، ۱۹۷۰ء)

بحان، جان۔ اے۔ "Sufism, Its Saints and Shrines." (نیویارک، ۱۹۷۰ء)

سناوت مرزا "اردو دکن میں" مضمون "تاریخ ادب اردو" مرتبہ: ڈاکٹر عبدالقیوم

(کراچی، ۱۹۷۱ء)

سلیمان ندوی، سید "مقالات سلیمان" جلد اول، جلد دوم

(اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء-۱۹۷۸ء)

سہیل "تاریخ منظوم سلاطین بہمنیہ" مرتبہ محمد عبداللہ چغتائی (دہلی، ۱۹۷۱ء)

سیدہ جعفر، ڈاکٹر "نادر دکنی رباعیاں" مضمون "قدیم اردو" جلد اول

(حیدرآباد دکن، ۱۹۷۵ء)

شاہنواز خاں، مصمص الدولہ "ماثر الامراء" جلد سوم، اردو ترجمہ (لاہور ۱۹۷۹ء)

شبلی نعمانی "شعر النجم" جلد دوم (لاہور، تاریخ ندارد)

شفیق، لکھی نرائن "شام عزیزیاں" مضمون "اردو" (کراچی، اکتوبر، ۱۹۷۹ء)

شیروانی، ہارون خاں "Bahaminis of Deccan"

(حیدرآباد دکن، ۱۹۵۱ء)

"Cultural Trends in Medieval India" _____

(لندن، ۱۹۶۸ء)

"Mahmud Gawan" _____
(الہ آباد، ۱۹۶۲ء)

"Studies in Political Thought and _____
Administration" _____
(دہلی، ۱۹۶۵ء)

صباح الدین عبدالرحمان "بزم صوفیہ" (اعظم گڑھ، ۱۹۶۹ء)

صدیقی، عبدالغنیظ "برصغیر میں نظام عدل گستری" (اسلام آباد، ۱۹۶۹ء)

صدیقی، عبدالمجید "بہمنی سلطنت" (حیدرآباد دکن، ۱۹۵۲ء)

_____ "سلطنت بہمنیہ کی باقیات" مشمولہ "سب رس"

(حیدرآباد دکن، ۱۹۶۴ء)

_____ "فیروز شاہ بہمنی" (حیدرآباد دکن، ۱۹۶۳ء)

"Proceedings _____ "Malik Saifuddin Ghorī" _____
مشمولہ

_____ of the Indian History Congress" _____
(کلکتہ، ۱۹۳۹ء)

"Proceedings _____ "Sheikh Sirajuddin Junaidi" _____
مشمولہ

_____ of the Indian History Congress" _____
(کلکتہ، ۱۹۳۹ء)

ظہیر الدین احمد "احمد شاہ ولی بہمنی" (حیدرآباد دکن، ۱۹۳۷ء)

عبدالبار خاں ملکاپوری "تذکرہ شعرائے دکن" (حیدرآباد دکن، ۱۳۲۹ھ)

_____ "محبوب التواریخ" (حیدرآباد دکن، ۱۳۳۱ھ)

عبدالحی، سید "نزهتہ الخواطر" جلد دوم، جلد سوم، اردو ترجمہ (لاہور، ۱۹۶۸ء)

عبدالمنان، ڈاکٹر محمد "فارسی ادب اور تمدن میں بہمنیوں کا حصہ" مشمولہ "معارف"

(اعظم گڑھ، نمبر ۱۵ جلد ۱۰۲)

عزیز احمد "Studies in Islamic Culture in Indian _____

_____ Environment." _____
(لندن، ۱۹۶۶ء)

- عزیز مرزا "سیرۃ المہمود" (بدایون، ۱۹۲۷ء)
- حصامی "فتوح السلاطین" مرتبہ ڈاکٹر مہدی حسین (آگرہ، ۱۹۳۸ء)
- مرتبہ ڈاکٹر یوش (مدراں، ۱۹۴۸ء)
- علی بلالبا "برہان ماثر" (حیدرآباد دکن، ۱۹۳۸ء)
- فرشتہ، محمد قاسم ہندو شاہ "تاریخ فرشتہ" (کاپنور، ۱۸۸۴ء)
- اردو ترجمہ، چار جلدیں (جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۶ء)
- ونیز اردو ترجمہ دو جلدیں (نولکٹور، لکھنؤ، ۱۹۳۳ء)
- فرگوس، جیمز "History of Indian Architecture." (لندن، ۱۹۱۰ء)
- قادری، شمس اللہ "اردوئے قدیم" (لکھنؤ، تاریخ ندارد)
- قادری، محمد ایوب "ماثر الامرار" مصنفہ شاہنواز خاں، جلد سوم، اردو ترجمہ (لاہور، ۱۹۷۰ء)
- کمال، ڈاکٹر رحیم الدین "ڈاکٹر زور شخصیت" مشمولہ "سب رس" زور نمبر (حیدرآباد دکن، ۱۹۶۲ء)
- لین پول، ایٹنلے "History of Mediaeval India." (لندن، ۱۹۲۱ء)
- _____ "فرمانروایان اسلام" اردو ترجمہ "Mohammadan Dynasties" (لاہور، ۱۹۶۸ء)
- لیونارڈ، ڈاکٹر کارل "The Deccani Synthesis in Old" (لاہور، ۱۹۶۸ء)
- "Journal of the Pakistan Historical Society." (کراچی، اکتوبر ۱۹۷۳ء)
- محمود گادال "ریاض الانساب" حیدرآباد دکن، ۱۹۴۸ء)
- مہدی حسین، ڈاکٹر "The Rise and Fall of Mohammad Bin Tughlaq." (لندن، ۱۹۳۸ء)
- وٹسن، آدم "The War of the Goldsmith's Daughter." (لندن، ۱۹۶۲ء)

اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا مستند، شاندار اور تحقیقی کارنامہ

تحریک آزادی میں اردو کا حصہ

مصنفہ

ڈاکٹر معین الدین عقیل



ناشر

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ، کراچی ۱

ضخامت : ۱۰۱۶ صفحات ● قیمت صرف : ۳۵ روپے

محمد عمر مہاجر

کی

آئندہ شائع ہونے والی تصانیف:

اردو افسانہ کا تشکیلی دور

— تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

اور

تمثیل

(دلچسپ اور معیاری ڈراموں کا مجموعہ)

ادب اور ادیب

قدیم اور جدید ادب اور مشاہیر شعراء و ادباء پر مضمین کا مجموعہ

مُتَبَكَّر
فَرِيسَہ عَقِيل

شمیم بک ایجنسی کراچی

قیمت : ۲۵ روپے

پاکستان میں اردو غزل

پاکستان میں اردو غزل کے ارتقا اور اس
کے محرکات و رجحانات کا پہلا مسبوٹ مطالعہ

ڈاکٹر معین الدین عقیل

مکتبہٴ اِبلّٰغ
بریا تو ہاؤسنگ کالونی، رانچی بھارت

قیمت : ۱۰ روپے

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی آئندہ تصانیف :

پاکستان میں اردو ادب
اقبال اور جدید دنیا سے اسلام
مسلم ہندوستان
تحریک آزادی اور مملکت حیدر آباد
ادبی نوادر